خطاب جلسہ سالانہ

(۲۷ دسمبر ۱۹۲۲ء)

از

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

خطاب حضرت فضل عمر خلیفۃ المسیح الثانی

(فرمودہ ۲۷۔ دسمبر ۱۹۲۲ء بعد از نماز ظہر و عصر)

اَشۡھَدُ اَنۡ لَّاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ وَاَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ○ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ○ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ○ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ○ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ [۱] ○ اٰمِیۡن۔

واقعات ماضی پر نظر

شکر الٰہی

اس ذات باری کا شکر اور احسان، فضل اور کرم کہ جس نے پھر ہمیں اس سال محض اپنی عنایت اور شفقت کے ماتحت اس کے ذکر کو تازہ کرنے کے لئے اس جگہ پر اس مبارک وقت میں جمع ہونے کا موقع دیا ہے جس وقت کو اس کے بھیجے ہوئے مرسلؑ نے ہمارے لئے مقرر کیا تھا۔ آج ان رخصتوں کے ایام میں جو ایک مسیحی گورنمنٹ کی طرف سے اپنی قومی اور مذہبی ضروریات کی وجہ سے تمام ہندوستان میں دی جاتی ہیں کوئی اپنی کسی غرض کو پورا کرنے کے لئے جا رہا ہے، کوئی ملکی حقوق حاصل کرنے کے لئے جا رہا ہے، کوئی عہدہ لینے کے لئے افسروں کے پاس ڈالیاں لے جا رہا ہے، کوئی شادی بیاہ کا انتظام کر رہا ہے، کوئی سیر و تفریح کے لئے جا رہا ہے صرف ایک ہی جماعت ہے جو اپنے تمام کاموں اور اپنی تمام ضرورتوں کو ملتوی کر کے محض کلمۃ اللہ کے لئے خدا تعالیٰ کے برگزیدہ کے مقرر کردہ مقصد اور مدعا کی خاطر یہاں جمع ہوئی ہے۔

ہم بھی انہی لوگوں کا گوشت و پوست ہیں جو آج دنیاوی مشاغل میں مشغول ہیں اور جن کی ساری ہمت اور ساری کوشش دنیا ہی کے لئے خرچ ہو رہی ہے مگر ہم محض خدا تعالیٰ کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں۔ ہمارا آج خدا تعالیٰ کے لئے اوقات خرچ کرنا ہماری کسی خوبی کی وجہ سے نہیں بلکہ محض خدا تعالیٰ کا فضل ہے اور خدا تعالیٰ جس پر چاہتا ہے فضل کرتا ہے پس ہم پر اس کے فضل اور احسان کا شکر ضروری ہے۔

اس کے بعد اے بھائیو! میں آپ لوگوں کو اس کام کی طرف توجہ دلاتا ہوں جس کام کے لئے ہم نے کمریں کسی ہیں۔ چونکہ پہلے کام آئندہ کے لئے ایک تحریص اور ارہاص کا موجب ہو جاتے ہیں اس لئے میں آپ لوگوں کو واقف کرنے کے لئے اور ضروریات سلسلہ کو محسوس کرانے کے لئے ان کاموں کی طرف توجہ دلاتا ہوں جو ہو رہے ہیں۔

مجلس مشاورت

میں نے پچھلے سال سے سالانہ مجلس مشاورت کی بنیاد رکھی ہے۔ مگر مجھے افسوس سے کہنا پڑا ہے کہ مجلس مشاورت میں کم احباب شریک ہوئے۔ وہ جلسہ نہیں تھا کہ سارے لوگ آتے مگر مجلس مشاورت تھی اس لئے ہر جماعت کی طرف سے ایک ایک قائم مقام آنا چاہئے تھا مگر بہت کم آئے اور کم جماعتوں نے اپنے اس فرض کو محسوس کیا۔ دیکھو کیا عجیب بات ہے کہ اس زمانہ میں جب کہ لوگ جمہوریت کے لئے آواز اٹھا رہے ہیں اور شکایت کی جاتی ہے کہ حکمران ان کی آواز سنتے نہیں میں تمہیں خود مشورہ لینے کے لئے اور ضروریات سلسلہ بتانے کے لئے بلاتا ہوں مگر کئی ہیں جو نہیں آتے۔ ایک تو ایسے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ حکمران ہم سے مشورہ نہیں لیتے لیکن ایک ہم ہیں کہ کہتے ہیں مشورہ دو مگر لوگ آتے نہیں۔

ایک غلط خیال کا ازالہ

میں سمجھتا ہوں یہ کسی سستی کی وجہ سے نہیں بلکہ ایک غلط خیال کی وجہ سے ہے اور وہ خیال یہ ہے کہ جب ہم ایک ہاتھ پر بک چکے ہیں تو پھر ہمیں کچھ کہنے کی کیا ضرورت ہے جس طرح ہمیں کہا جائے گا اسی طرح ہم کریں گے۔ یہ ٹھیک ہے کہ جس کے ہاتھ پر تم بک چکے ہو اس کی طرف سے جب کوئی حکم ہو تو اسی طرح کرنا چاہئے جس طرح کہا جائے مگر جب مشورہ کے لئے کہا جائے تو مشورہ دو کیونکہ یہ بھی اسی کا حکم ہے۔ پس جب مشورہ کے لئے بلایا جائے تو آپ لوگوں کو چاہئے کہ آئیں خواہ اس کے لئے اپنے مالوں اور وقتوں کی قربانی کرنی پڑے۔ جس وقت مال کی قربانی کی ضرورت ہو اس وقت مالی قربانی کرنی چاہئے

لیکن جب وقت کی قربانی کی ضرورت ہو تو اس کے لئے بھی تیار رہنا چاہئے۔

مشورہ کی ضرورت اور اہمیت

رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کوئی خلافت نہیں کہ جس میں مشورہ نہ ہو[۲] اور میں ہمیشہ مشورہ لیتا ہوں اور مشورہ کی قدر کرتا ہوں۔ پہلے قادیان کے احباب سے مشورے ہوتے رہتے تھے مگر اب میں چاہتا ہوں کہ اس سلسلہ کو وسیع کیا جائے اور باہر کے احباب سے بھی مشورہ لیا جائے اور کم از کم سال میں ایک موقع تو ایسا ہو جس میں ساری جماعت کے نمائندوں سے مشورہ لیا جائے۔ اس کے بہت فوائد ہیں اور میں نے اس تقریر میں جو کانفرنس کے موقع پر کی تھی ان فوائد کو بیان کیا تھا پس احباب کو اس مجلس میں ضرور شامل ہونا چاہئے۔

تبلیغ کے لئے حلقے

تبلیغ کو باقاعدہ کرنے کے لئے اس سال میں نے تبلیغ کے حلقے مقرر کئے تھے۔ بے شک ہر جگہ اور ہر ضلع میں ہم فی الحال آدمی مقرر نہیں کر سکتے تھے مگر پھر بھی جتنے آدمی اس کام کے لئے فارغ ہو سکتے تھے اور جن کو مقامی طور پر کام نہ تھا ان کو مقرر کیا گیا۔ یعنی دو مبلغ اس کام کے لئے مقرر کئے گئے ایک مولوی غلام رسول صاحب راجیکی اور دوسرے مولوی ابراہیم صاحب بقاپوری۔ آئندہ سال امید ہے کہ مبلغین کی جماعت سے جو نئے آدمی نکلیں گے ان کو مقرر کیا جائے گا اور سلسلہ تبلیغ کو اور وسیع کر دیا جائے گا۔ میرا ارادہ ہے اگر یہ ارادہ خدا تعالیٰ کی منشاء کے مطابق ہو کہ جس طرح کمشنریاں ہوتی ہیں اسی طرح تبلیغ کے حلقے مقرر کر دیں اور انتظام یہ ہو کہ ان حلقوں میں جو آدمی مقرر کئے جائیں وہ اس علاقہ کے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر تبلیغ کا کام کریں اور جب زیادہ آدمی مل جائیں تو پھر ان علاقوں کو ضلعوں میں اور پھر تحصیلوں میں تقسیم کر کے ان میں مبلغ لگا دیئے جائیں اور اس طرح تبلیغ کا ایسا جال پھیلا دیا جائے کہ کوئی جگہ ایسی نہ ہو جہاں ہمارے آدمی نہ پہنچ سکیں۔ تبلیغ کے متعلق جو یہ نیا انتظام مقرر کیا گیا ہے اس کے متعلق میں نے دیکھا ہے کہ جن علاقوں میں یہ مبلغ مقرر کئے گئے ہیں ان میں بیداری پیدا ہو گئی ہے اور وہاں کے لوگ تبلیغ میں حصہ لینے لگ گئے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ کئی لوگ سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں اور ایک ایسی جماعت بھی پیدا ہو گئی ہے جو آئندہ داخل سلسلہ ہونے کی تیاری کر رہی ہے۔

بے نفس مبلغین کے لئے دعا

میں خدا تعالیٰ کی حمد اور شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایسے بے نفسی سے کام کرنے والے آدمی دیئے ہیں اور میں دعا

کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ان کے اخلاص میں اور ترقی دے اور اور ایسے ہی آدمی دے - اس کے ساتھ ہی میں آپ لوگوں سے بھی چاہتا ہوں کہ ان لوگوں کے لئے دعا کریں کہ خدا تعالیٰ ان کو اور کام کرنے کی توفیق دے - دیکھو گجرات یا گوجرانوالہ کے علاقہ میں جو مبلغ گیا اس کا یہ فرض نہ تھا کہ تبلیغ کرتا بلکہ ہمارا بھی یہ فرض تھا کہ ہم بھی تبلیغ کے لئے جاتے اس لئے احسان فراموشی ہوگی اگر ہم ان مبلغوں کی قدر نہ کریں اور ان کے لئے دعا نہ کریں کہ خدا تعالیٰ ان کی تبلیغ کے اعلیٰ ثمرات پیدا کرے - اللہ تعالیٰ ایسے لوگ ہمیں کثرت سے دے اور اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کے مخلص اور بے نفس انسان اس مقصد کے لئے پیدا ہوں -

تحفہ شہزادہ ویلز اور اس کا اثر

پچھلے سال میں نے وعدہ کیا تھا کہ شاہزادہ ویلز کے آنے پر ان کی خدمت میں جماعت کی طرف سے تحفہ پیش کیا جائے - چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس وعدہ کو پورا کرنے کی مجھے توفیق ملی اور ایک کتاب لکھ کر پیش کی گئی - خدا تعالیٰ کے فضل سے اس کتاب میں ایسا رنگ آگیا ہے کہ عیسائیوں میں تبلیغ کا ایک اعلیٰ طریق پیدا ہو گیا ہے اور باہر سے ایسے خط آرہے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیوں پر اس کا بڑا اثر ہو رہا ہے اور جہاں تک معلوم ہوا ہے پرنس آف ویلز پر بھی اس کا اثر ہوا ہے - چنانچہ ایک غیر احمدی اخبار نے لکھا بھی ہے -

بے شک حکومت کا اثر ایسا ہوتا ہے کہ ہم نہیں کہہ سکتے پرنس آف ویلز فوراً مسلمان ہو جائیں گے مگر صداقت اپنا اثر ضرور کرتی ہے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ اس کا اثر ضرور ہو گا خواہ جلد ہو یا بدیر - اگر حضور شہزادہ ویلز پر اس کا اثر نہ ہوا تو ان کی اولاد اور ان کے ملک پر اس کا اثر ہو گا اور ضرور ہو گا کیونکہ مومن کا کوئی کام ضائع نہیں جاتا اور جس خلوص اور نیک نیتی سے میں نے یہ کتاب لکھی ہے اس سے مجھے امید ہے کہ ضرور اس کا نتیجہ پیدا ہو گا - چنانچہ ولایت سے خط آئے ہیں کہ جن لوگوں کو یہ کتاب پڑھنے کے لئے دی گئی ان پر اس کا ایسا اثر ہوا کہ گویا بجلی گر پڑی اور انہوں نے اعتراف کیا کہ بہت ہی اعلیٰ کتاب ہے اور ضرور لوگوں پر اثر کرے گی - جن لوگوں نے یہ کہا وہ معمولی آدمی نہیں بلکہ بڑے بڑے لوگ ہیں اور بعض دوسرے ممالک کے مسلمانوں نے بھی اعتراف کیا ہے کہ یہ اسلام کی بہت بڑی خدمت کی گئی ہے -

تحفہ شہزادہ ویلز کا اثر امریکہ میں

مفتی محمد صادق صاحب امریکہ سے لکھتے ہیں کہ یہاں اس کتاب نے بہت ہی اثر کیا ہے اور ایسا معلوم ہوتا

ہے کہ گویا آپ نے یہاں کی ضروریات کو مدنظر رکھ کر اس کتاب کو لکھا ہے۔

تحفہ ویلز کا اثر جرمنی میں
مولوی مبارک علی صاحب کا برلن سے خط آیا ہے کہ میں نے ایک یونیورسٹی کے پروفیسر کو یہ کتاب دی وہ اسے پڑھ کر اس قدر خوش ہوا کہ اس نے کہا افسوس میں بوڑھا ہو گیا ہوں اگر میں جوان ہوتا تو اپنی ساری عمر اس کتاب کی اشاعت میں لگا دیتا یہ پروفیسر کئی زبانوں کا ماہر ہے اور اس نے کئی زبانوں میں اس کا ترجمہ کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ عیسائی ممالک میں اس کے ذریعہ تبلیغ کا راستہ کھل جائے گا۔

مصر میں تبلیغی مشن
اس سال بیرونی ممالک میں تبلیغ کے سلسلہ میں ایک نیا مشن مصر میں جاری کیا گیا ہے جہاں خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایک طالب علم کے ذریعہ جماعت پیدا کر دی ہے۔ مصر وہ سرزمین ہے جہاں خدا تعالیٰ کے کئی انبیاءؑ پیدا ہوئے اور وہاں رہے وہاں خدا تعالیٰ کا کلام لوگوں کو سنایا گیا اور بڑی بڑی برکات لوگوں پر ہوئیں۔ کوئی عجب نہیں کہ خدا تعالیٰ ہمیں یہ مقام عنایت کر دے اور وہ برکات جو مصر کے فتح ہونے سے تعلق رکھتی ہیں وہ ظاہر ہوں۔ اس لئے میں دعا کی تحریک کرتا ہوں احباب دعا کریں کہ خدا تعالیٰ اس سرزمین میں ہمیں جلد کامیابی عطا کرے۔

روسی علاقہ میں مبلغ
پھر روس میں ایک آدمی کو بھیجا گیا ہے۔ میں نے تحریک کی تھی کہ کچھ ایسے لوگ ہوں جو ہم سے اخراجات لئے بغیر تبلیغ کے لئے نکل جائیں اور وہ شخص ہم سے بغیر ایک پیسہ خرچ لئے چلا گیا ہے۔ میں اس کے لئے بھی دعا کے لئے کہوں گا اور کوئٹہ تک تو ریل پر گیا ہے اور اس سے آگے روس تک چار پانچ سو میل کا سفر پیدل کر کے پہنچا ہے۔ حالانکہ اس علاقہ میں سردی اس شدت کی پڑتی ہے کہ ہاتھ پاؤں گر جاتے ہیں۔ دوست اس کی کامیابی کے لئے بھی دعا کریں۔

کامیابی آہستہ آہستہ ہوتی ہے
ان باتوں کے بیان کرنے کے بعد میں دوستوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ فوراً کوئی چیز نہیں مل جاتی بلکہ آہستہ آہستہ ملتی ہے مگر بہت لوگ ہیں جو اس بات کو نہیں سمجھتے اور ٹھوکر کھاتے ہیں۔ بعض دفعہ ایک انسان کمزور ہوتا ہے مگر اس میں ترقی کی طاقت ہوتی ہے اور بعض دفعہ اس میں ترقی کی طاقت معلوم ہوتی ہے مگر اصل میں وہ کمزور ہوتا ہے۔ مثلاً جب کسی پر بیماری کا حملہ ہونا ہو تو اس

کی اس وقت کی حالت بیماری کے بعد کی حالت سے مضبوط اور قوی ہوتی ہے مگر اچھی کونسی حالت ہوتی ہے بیماری سے پہلے یا بعد کی؟ ہر شخص یہی کہے گا کہ بعد والی کیونکہ پہلی حالت پر بیماری حملہ کرنے والی تھی مگر دوسری حالت ایسی تھی کہ طاقت پیدا ہو رہی تھی۔ پس بیماری کے حملہ سے قبل گو زیادہ طاقت تھی مگر اس وقت ایسا مواد پیدا ہو رہا تھا کہ بیماری حملہ کرے اور بیماری سے بعد کی حالت گو کمزور تھی مگر چونکہ طاقت ترقی کی طرف مائل تھی اس لئے پہلی حالت سے یہ اچھی تھی مگر اکثر لوگ اس بات کو مدنظر نہیں رکھتے۔

تبلیغ کے معاملہ میں ایک غلطی

تبلیغ کے معاملہ میں بھی ایک غلطی ہوئی ہے جب کثرت سے احمدی ہونے لگے تو سمجھ لیا گیا کہ اب کام ہو گیا اور لوگ ست ہو گئے حالانکہ اس وقت جو لوگ احمدی ہو رہے تھے وہ پہلے سالوں کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔ آج اگر بہت سے لوگ احمدی ہوتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ پہلے سالوں کی کوشش کا نتیجہ ہے نہ کہ اس سال کا۔ اور اب اگر تبلیغی کوششوں میں ست ہو گئے تو کئی سال کے بعد اس کا نتیجہ نکلے گا اس لئے ضروری ہے کہ احمدی تبلیغ اس طرح جاری رکھیں کہ اس میں وقفہ نہ ہو تا کہ نقصان نہ ہو۔ ورنہ اگر ایک وقت کی ترقی دیکھ کر یہ سمجھ لیا گیا کہ اب کسی کوشش اور سعی کی ضرورت نہیں تو نہ صرف وہ ترقی رک جائے گی جو پچھلی کوششوں کے نتیجہ میں ہو رہی تھی بلکہ آئندہ انحطاط شروع ہو جائے گا۔

تبلیغ کا خاص جوش

اب میں دیکھتا ہوں کہ جماعت میں زندگی پیدا ہو گئی ہے اور اس سال سے تبلیغ کا خاص جوش پایا جاتا ہے اور امید ہے کہ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو گو کچھ عرصہ لگے گا مگر پھر ترقی کا سلسلہ بہت وسیع ہو جائے گا۔ پس ضروری ہے کہ تبلیغ کے اس سلسلہ کو استقلال اور سرگرمی کے ساتھ جاری رکھا جائے اور اس میں کوتاہی نہ ہو۔

پیشتر اس کے کہ میں آج کا اصل مضمون شروع کروں۔ ایک اور اہم معاملہ کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

ایک مقدمہ میں گواہی

اس سال مجھے ایک گواہی پر جانا پڑا جو گورداسپور میں ہوئی۔ اس میں یہ سوال مجھ سے پوچھا گیا کہ آیا آنحضرت ﷺ آخری نبی ہیں اور یہ قرآن کی تعلیم ہے؟ میں نے وکیل کو جو مجھ پر جرح کر رہا تھا کہا قرآن کریم میں یہ نہیں آیا۔ اس نے کہا کیا یہ لفظ قرآن میں نہیں کہ رسول اللہ آخری نبی ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ اس پر اس

نے سوال کو بدل کر کہا۔ کیا "ختم النبیّٖن" کوئی لفظ قرآن میں ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا کیا قرآن کریم میں آنحضرت ﷺ کے متعلق کوئی ایسی آیت ہے جس کے معنی غیر احمدی یہ کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہو گا اور وہ کیا ہے؟ اس کے متعلق میرا جواب یہ تھا کہ یہ غیر احمدیوں سے پوچھئے کہ وہ کس آیت سے یہ مطلب نکالتے ہیں۔ آخر وکیل نے کہا اچھا آپ ہی بتا دیں کہ وہ کونسی آیت ہے جس کے معنی غیر احمدی آخری نبی کرتے ہیں؟ میں نے کہا وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ۔ کی آیت ہے اس نے کہا کیا اس میں یہ معنی پائے جاتے ہیں کہ رسول کریم آخری نبی ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ بعض لوگ خاتم النبیّٖن کے معنی آخری نبی کرتے ہیں مگر رسول کریم ﷺ کی بیوی (حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا) اس کا انکار کرتی ہیں [۳]۔

وکیل کا ان سوالات سے یہ ثابت کرنے کا منشاء تھا کہ رسول کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے کا عقیدہ نیا نکلا ہے پہلے نہیں تھا اور نیا عقیدہ کفر ہے اس لئے نکاح ٹوٹ گیا اور میں نے یہ بتانا تھا کہ اصل عقیدہ یہی تھا نبی کے نہ آنے کا عقیدہ بعد میں بنا۔ جب وکیل نے پوچھا کہ کیا خاتم النبیّٖن کے معنی آخری نبی نہیں ہیں؟ تو میں نے کہا لغت میں اس کے معنی آخری نبی کے نہیں۔

آخری نبی کے متعلق مولوی محمد علی صاحب کا اعتراض

یہ عبارت جب مولوی محمد علی صاحب کو پہنچی تو انہوں نے جھٹ ایک مضمون لکھ کر اخبارات میں شائع کرایا۔ کیونکہ ان کو تو ہر وقت یہی شوق لگا رہتا ہے کہ کوئی بات ہو جس پر اعتراض کریں۔ رات دن اسی فکر میں لگے رہتے ہیں کہ کوئی موقع اعتراض کرنے کا ہاتھ آئے خواہ حقیقتاً اعتراض ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو۔ ان کی تو وہی حالت ہے جو حضرت صاحب غیر احمدی مولویوں کی فرمایا کرتے تھے کہ مولوی ڈاک کے انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں کہ کب کوئی بات معلوم ہو اور اس پر اعتراض کریں حتیٰ کہ پروف کی چوری کرنے سے بھی دریغ نہ کیا گیا تاکہ کتاب کے شائع ہونے سے پہلے ہی اعتراض کر دیں۔ مولوی محمد علی صاحب کے متعلق پروف کی چوری تو معلوم نہیں ہوئی مگر اتنا معلوم ہے کہ یہاں سے بڑے شوق سے رپورٹ منگواتے رہتے ہیں۔ ہاں دفتر سے ایک رسید بک چوری کی گئی تھی جس کا تعلق مولوی صاحب سے تھا۔

میں نے جو بیان دیا اس کے لکھنے میں مجسٹریٹ صاحب سے غلطی ہو گئی۔ انہوں نے میرا بیان نہ مجھے دکھایا اور نہ سنایا۔ انہوں نے یہ لکھ دیا کہ لغت میں یہ معنی نہیں لکھے۔ جس کا مطلب یہ نکلتا

تھا کہ لغت کی کسی کتاب میں خاتم النبیّٖن کے معنی آخری نبی نہیں لکھے حالانکہ لغت سے میری مراد زبان تھی نہ کہ کتب لغت- تاج العروس اور سب کتابوں میں لغت کے یہی معنی لکھے ہیں اور یہی حقیقی معنی ہیں اور یہی معنی میری مراد تھے کیونکہ کتب میں آخری معنی ہونے کا تو میں اقرار کر رہا تھا گو عوام لغت کا لفظ کتاب پر بھی بولتے ہوں- مگر میرے بیان سے تو صاف ظاہر ہے کہ میں نے لغت کا لفظ زبان کے معنوں میں بولا ہے اور اگر اس وقت میری یہ مراد نہ ہوتی تو میرے بالمقابل ایک مولوی تھا اس نے یہی اعتراض کیوں نہ کر دیا جو مولوی محمد علی صاحب کرتے ہیں مگر وہ جانتا تھا کہ ان کی یہ مراد نہیں- اصل بات یہ ہے کہ لغت کی کتابیں لکھنے والوں نے اپنے عقیدے سے متاثر ہو کر خاتم النبیّٖن کے معنی آخری نبی لکھ دیئے ہیں ورنہ زبان میں اس کے یہ معنی نہیں- کسی جگہ بھی زبان میں اس کا استعمال نہیں آتا-

غرض مولوی صاحب نے "لغت میں نہیں لکھے" کے الفاظ لے کر جو میری زبان سے نہیں نکلے تھے شور مچا دیا کہ دیکھو یہ غلط اور جھوٹ کہا ہے- مولوی صاحب کو یہ موقع ہاتھ آ گیا کہ لغت کی کتابوں میں تو خاتم النبیّٖن کے معنی آخری نبی لکھے ہیں مگر یہ کہتے ہیں نہیں لکھے- اس بارے میں انہوں نے بڑا شور مچایا اور اخباروں میں مضمون چھپوایا- جب مولوی صاحب کا مضمون یہاں آیا اور شیخ عبدالرحمان صاحب مصری نے مسجد میں سنایا کہ ایسا مضمون آیا ہے تو میں نے سمجھا الفضل میں غلط چھپ گیا ہو گا- میں نے تو یہ نہیں کہا تھا کہ لغت میں آخری کے معنی نہیں لکھے میں نے تو کہا تھا یہ معنی لغت میں نہیں ہیں- اس پر ایڈیٹر الفضل کو فکر پڑی اور وہ اخبار کا فائل لائے جس میں دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ الفضل میں ٹھیک چھپا ہے- اسی طرح لاہور میں چودھری ظفراللہ خاں صاحب کو ڈاکٹر اقبال صاحب نے یہی اعتراض جو مولوی صاحب نے کیا ہے بتایا اور کہا کہ میاں صاحب اس کا کیا جواب دیں گے؟ تو چودھری صاحب نے کہا کہ اس شہادت کے موقع پر میں ساتھ تھا وہاں انہوں نے "لغت میں" کہا تھا- "لغت میں نہیں لکھے" نہیں کہا تھا- چودھری صاحب عربی زبان کے اعلیٰ ماہر نہیں ہیں مگر انہوں نے بھی ڈاکٹر اقبال صاحب کو جواب دیتے ہوئے وہی بات بیان کی جو میں نے کہی تھی اور انہیں بھی وہی بات یاد رہی جو صحیح تھی-

مولوی محمد علی صاحب کو جواب

میں نے ان کو کہا تھا کہ لغت میں مرکّب الفاظ کے معنی نہیں دیکھے جاتے مفردات کے دیکھے جاتے ہیں- مثلاً اگر کوئی سر کے معنی لغت میں دیکھے گا تو وہاں لکھے ہوں گے مگر کوئی کہے لغت میں زید کا سر کے معنے

دکھاؤ تو یہ کہاں سے دکھائے جائیں گے لیکن یاد رہنا چاہئے کہ اضافت سے کسی لفظ کے معنی بدل نہیں جایا کرتے۔ پس خاتم کے معنی خاتم النّبیّن میں اور نہیں ہو جائیں گے بلکہ وہی رہیں گے جو لغت میں ہیں۔

پھر کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے خاتم النّبیّن محاورہ ہو اور اس کے معنی محاورہ میں آخری نبی لئے جاتے ہوں مگر یہ محاورہ بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ جب اہل عرب میں نبوت کا عقیدہ ہی نہیں تھا تو وہ محاورہ کس طرح بناتے اور اگر ان میں یہ محاورہ تھا تو مولوی محمد علی صاحب کو ثابت کرنا چاہئے کہ عتبہ 'شیبہ' ابو جہل وغیرہ یا ان کے آباء یا عرب کے دوسرے کفار یہ محاورہ بولا کرتے تھے اگر نہیں تو یہ محاورہ کیونکر بنا؟ پس اہل عرب اگر یہ لفظ بولتے تھے اور سمجھتے تھے کہ خاتم کا لفظ جب نبی کے ساتھ مل جائے تو اس کے معنی آخری نبی کے ہوتے ہیں تو یہ مولوی صاحب کا فرض ہے کہ وہ اہل عرب کے کلام سے اس کی نظیر پیش کریں لیکن اگر اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی تو کیونکر خاتم کے وہ معنی لئے جا سکتے ہیں جو لغت کے خلاف ہیں۔

ہاں یہ محاورہ قرآن کریم کے بعد کا بن سکتا ہے مگر یہ قرآن کا مفسر نہیں ہو سکتا کیونکہ بعد کا محاورہ پہلے کلام کا مفسر نہیں ہوا کرتا۔

مولوی محمد علی صاحب کا چیلنج منظور

میرے اس جواب پر کہ لغت میں آخری نبی خاتم النّبیّن کے معنی نہیں ہیں مولوی محمد علی صاحب نے مجھے ایک چیلنج دیا ہے ان کے مضمون کے ایک حصہ کا جواب تو شیخ عبدالرحمان صاحب مصری نے بیان کیا ہوگا اور کچھ چھپ کر شائع ہو جائے گا مگر چیلنج جو انہوں نے دیا ہے اس کو میں قبول کرتا ہوں۔

مولوی صاحب لغت سے خاتم القوم نکال کر کہتے ہیں کہ میں یہ ثابت کروں کہ خاتم کی اضافت کسی جاندار جماعت کی طرف ہو تو اس کے معنی مہر کے ہوں گے۔ مگر یہ معنی کہیں کبھی نہیں ہو سکتے۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں خَاتَمُ الْقَوْم کے معنی اس قوم کا آخری آدمی ہی ہوتے ہیں اور اگر غور کیا جائے تو خاتم القوم کے اور معنی ہو بھی کیا سکتے ہیں۔ یہ مطلب تو ہو سکتا ہی نہیں کہ ساری قوم نے ایک مہر بنوا کر رکھ چھوڑی ہو۔ پس یہ محاورہ بتاتا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی صرف آخری نبی ہی کے لئے رہ جاویں گے۔

مولوی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ خاتم القوم محاورہ ہے اور خاتم النّبیّن بھی اسی طرح کا ایک

جملہ ہے اس لئے یہ نہیں کہہ سکتے کہ خاتم کے معنی مہر ہیں جیسا کہ خاتم القوم میں خاتم کے معنی مہر نہیں لئے جاسکتے اس لئے اس کے معنی آخری کے ہی ہیں اور نہیں ہو سکتے۔ میں مولوی صاحب کے اس چیلنج کو قبول کرتا ہوں۔

حضرت مسیح موعودؑ کی شہادت

اور اس کے متعلق اس شخص کی شہادت پیش کرتا ہوں جس کی صداقت کی تصدیق خدا تعالیٰ نے کی اور اس شخص کی بھی اس تقریر سے پیش کرتا ہوں جس کی نسبت خدا تعالیٰ نے کہا کہ یہ ٹھیک ہے اور الہامی ہے۔ وہ کون شخص ہے وہی ہے جس کو خدا تعالیٰ نے مسیح اور مہدی قرار دیا اور جس کا دروازہ چھوڑ کر مولوی صاحب چلے گئے اور اب ادھر ادھر پھر رہے ہیں وہ حضرت مسیح موعودؑ ہیں۔ آپ خطبہ الہامیہ کے شروع میں لکھتے ہیں وَاِنِّیْ عُلِّمْتُھَا اِلْھَامًا مِّنْ رَّبِّیْ وَ کَانَتْ اٰیَۃً [۴] کہ یہ خطبہ مجھے خدا تعالیٰ نے الہاماً سکھایا ہے اور یہ خدا تعالیٰ کا ایک نشان ہے۔ خطبہ الہامیہ وہ کتاب ہے جس کا ایک حصہ خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام کے طور پر نازل ہوا اور جو لوگ یہاں رہتے تھے وہ جانتے ہیں کہ الہامی کلام صفحہ اڑتیس[۳۸] تک کا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو الہاماً بتایا گیا تھا کہ عربی میں تقریر کرو روح القدس تمہارے ساتھ کھڑا ہو کر تمہارے منہ میں الفاظ ڈالے گا اس پر عید کے دن آپ نے خطبہ پڑھا اور وہ مطبوعہ کتاب خطبہ الہامیہ کے اڑتیس[۳۸] صفحہ تک ہے جس کا آخری فقرہ وَسَوْفَ یُنَبِّئُھُمْ خَبِیْرٌ [۵] ہے۔

پس یہ وہ خطبہ ہے جو الہام کے طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا اور یہ صاف بات ہے کہ خدا تعالیٰ مولوی محمد علی صاحب سے اس زبان کو زیادہ جانتا ہے جس میں قرآن نازل ہوا اور قرآن کو خوب سمجھتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ خاتم کے کیا معنی ہیں اور کس طرح استعمال ہوتا ہے۔ اس خطبہ کے صفحہ پینتیس[۳۵] پر یہ کلام ہے۔ وَاِنِّیْ عَلٰی مَقَامِ الْخَتْمِ مِنَ الْوِلَایَۃِ۔ کَمَا کَانَ سَیِّدِی الْمُصْطَفٰی عَلٰی مَقَامِ الْخَتْمِ مِنَ النُّبُوَّۃِ۔ وَاِنَّہٗ خَاتَمُ الْاَنْبِیَآءِ۔ وَاَنَا خَاتَمُ الْاَوْلِیَاءِ۔ لَا وَلِیَّ بَعْدِیْ اِلَّا الَّذِیْ ھُوَ مِنِّیْ وَعَلٰی عَھْدِیْ۔ [۶]

حضرت مسیح موعودؑ بذریعہ الہام فرماتے ہیں رسول کریم ﷺ خاتم الانبیاء تھے مگر میں خاتم الاولیاء ہوں۔ یہاں خاتم کا لفظ ہے جو اولیاء یعنی ولیوں کی جماعت کی طرف مضاف ہے۔ اب کیا نعوذ باللہ حضرت مسیح موعودؑ کے بعد سب کافر ہی کافر ہوں گے جن میں مولوی محمد علی صاحب بھی شامل ہیں کیونکہ اولیاء ولی کی جمع ہے اور ولی مومن کو کہتے ہیں۔ یہ تو مولوی محمد علی صاحب بھی

کہتے ہیں کہ مجدد آتے رہیں گے۔ پھر کیا نعوذ باللہ وہ کافر ہوں گے؟ پھر مولوی صاحب یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد میں سے آج نہ سہی کسی اور وقت میں ایک ایسا بھی انسان ہوگا جو صاحب وحی ہوگا کیا وہ بھی ولی نہ ہوگا؟ پس ماننا پڑے گا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ولی نہ ہوگا جو حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت سے باہر ہوگا اور وہی ولی ہوگا جو آپ کی جماعت میں سے ہوگا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ خود بھی یہی معنی کرتے ہیں جیسا کہ فرماتے ہیں لَاوَلِیَّ بَعْدِیْ اِلَّا الَّذِیْ هُوَ مِنِّیْ وَعَلٰی عَهْدِیْ کوئی ولی نہ ہوگا مگر وہی جو میری جماعت میں سے ہوگا اس سے مولوی صاحب کا دعوٰی باطل ہوگیا۔

پھر وہ ولی کی نسبت تو کہہ دیں گے کہ چلو مسیح موعود کے بعد کوئی ولی نہیں ہوگا مگر ایک اور بھی شہادت ہے جس کی تکذیب کرکے غالباً مولوی صاحب کو اپنے خاندان پر بھی ہاتھ صاف کرنا پڑے گا اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ اپنے آپ کو خاتم الاولاد کہہ کر خاتم کے معنی آخری نہیں کرتے۔ لیکن اگر مولوی صاحب کے نزدیک یہی معنی ہوں تو پھر انہیں یہ بھی کہنا پڑے گا کہ اب کسی کے ہاں کوئی اولاد نہیں پیدا ہوتی اور مولوی صاحب کے ہاں جو اولاد ہے وہ بھی یا تو وہم اور سُفُسْطَه ہے یا پھر آخر کے انہیں اور معنی کرنے پڑیں گے۔ یہاں اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ خاتم الاولاد سے حضرت مسیح موعودؑ کا منشاء کیا ہے کیونکہ بحث یہ ہے کہ خاتم جب کسی انسانی جماعت کی طرف مضاف ہو تو اس کے معنی مُہر کے ہوتے ہیں یا آخری کے اور جب کہ حضرت مسیح موعودؑ کے استعمال سے ثابت ہوگیا کہ اس کے معنی مُہر کے ہوتے ہیں تو مولوی صاحب کا دعوٰی باطل ہوگیا کہ اس کے معنی آخری کے ہی ہوتے ہیں۔

مولوی محمد علی صاحب کی اپنی شہادت

مگر حضرت مسیح موعودؑ کے حوالے ان کو پسند نہیں آتے اس لئے ان کے اپنے حوالے پیش کرتا ہوں۔ انہوں نے جو ترجمہ قرآن شائع کیا ہے اس سے میں نے بتایا تھا کہ خاتم کے معنی انہوں نے مہر کے ہی کئے ہیں۔ اب میں ان کی کتاب "اَلنُّبُوَّةُ فِی الْاِسْلَامِ" جس پر انہیں سب سے زیادہ ناز ہے وہ پیش کرتا ہوں اس میں انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کو خَاتَمُ الْخُلَفَاءِ مانا ہے اور وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ آپ کے بعد بھی مجدد آئیں گے اور ایک آپ کی اولاد میں سے بھی ہوگا☆[۷]

پس میں نے ان کے سامنے ان کے اپنے حوالے بھی پیش کردیئے، حضرت مسیح موعودؑ کی اس عربی کتاب کا حوالہ بھی دکھا دیا جس کے لئے خدا تعالیٰ نے شہادت دی ہے۔

مولوی محمد علی صاحب کو چیلنج

پھر میں ان کو چیلنج دیتا ہوں اور پہلے بھی دیا ہوا ہے جس کا انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا کہ خاتم کے معنی "آخری" لغت سے دکھادیں' اہل عرب کی زبان سے دکھادیں اور کوئی ایک محاورہ ہی بتادیں جس میں خاتم آخری کے معنی میں استعمال ہوا ہو مگر شرط یہ ہے کہ زبان میں اس کا استعمال دکھائیں۔

جماعت احمدیہ کے فرائض اور ذمہ داریاں

ہماری ذمہ داریاں

اب میں جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ ہماری ذمہ داریاں بہت بڑی ہیں اور جماعت کو اپنی ذمہ داریوں کے متعلق سوچنا چاہئے۔ میں نے بارہا اس کی طرف توجہ دلائی ہے اور اس وقت تک دلاتا رہوں گا جب تک خدا تعالیٰ توفیق دے کہ ہمیں اپنی ذمہ داریوں کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔ جب تک کوئی اپنی ذمہ داریوں کو پوری طرح نہیں سمجھتا اس وقت تک کچھ نہیں کر سکتا۔ دیکھو اگر کوئی آپ لوگوں کو کسی جگہ بھیجے اور یہ نہ بتائے کہ کیا کرنا ہے تو وہاں جاکر آپ وقت ضائع کرنے کے سوا کچھ نہ کر سکیں گے اور اگر بتادے کہ فلاں کام کرنا ہے اور آپ اس کو اچھی طرح سمجھ لیں تو پھر بے شک اس کام کو کر سکیں گے۔ پس مومن کے لئے ضروری ہے کہ اپنے فرض اور ذمہ داری کو سمجھے ورنہ کامیابی نہیں ہو سکتی۔

لوگوں کی قابل افسوس حالت

دیکھو اس وقت ہماری جماعت کے اکثر حصہ کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی وُبازدہ علاقہ میں ہو۔

بیماری کے متعلق یاد رکھو کہ انسان کی کئی حالتیں ہوتی ہیں۔ بعض لوگ تو اس حالت میں ہوتے ہیں کہ ان کو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ ان کی روح بیمار ہے یا نہیں۔ ان کی حالت ایسی ہے جیسے بعض اوقات کسی کو بیماری ہوتی ہے مگر یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ اسے جن چمٹ گیا ہے اور اسے نکالنے کے لئے مریض کو مار مار کر مار ہی دیتے ہیں۔ ابھی امرتسر میں ایک واقعہ ہوا ہے۔ ایک شخص بیمار ہو گیا اسکا جن نکالتے ہوئے اسے مار مار کر مار دیا گیا۔ اب پولیس جن نکالنے والوں کی تلاش میں ہے۔ حال ہی میں میرے پاس افریقہ سے ایک خط آیا ہے اس شخص نے جو سنا کہ یہ لوگ ایسے ہیں جو غیر مسلموں کو تبلیغ کرتے ہیں اور انگریز بھی مسلمان ہو جاتے ہیں تو اس نے سمجھا کہ یہ ضرور جنوں پر قابو رکھتے ہوں گے۔ چنانچہ اس نے مجھے لکھا ہے کہ میں نے سنا ہے آپ انگریزوں کو

مسلمان کرتے ہیں مجھے بھی نور دیں اور وہ یہ کہ جن میرے قبضہ میں آجائے اور کوئی ایسا ٹونا بتائیں جس سے غیب کی خبریں معلوم ہو جائیں اور پھر اس ٹونا کی قیمت بھی پوچھی ہے کہ کیا لیتے ہیں؟ یہ باتیں میں نے اس لئے بتائی ہیں تا معلوم ہو جائے کہ لوگوں کی حالت کہاں تک پہنچی ہوئی ہے اور بعض جاہل ایسے ہیں جو مرض کو بھی نہیں سمجھ سکتے۔ ابھی چند دن ہوئے ایک شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا میرے لڑکے کو جن چڑھ گیا ہے اور وہ جن سکھ ہے جو کہتا ہے کہ ایک دیگ پکا کر میرے لئے نیاز چڑھاؤ۔ اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی بتا گیا ہے کہ خلیفہ صاحب سے پوچھ لینا اس پر میں نے ڈاکٹر (حشمت اللہ) صاحب کو بھیجا۔ کہ جاکر جن نکال آئیں۔ جب ڈاکٹر صاحب گئے تو وہ لڑکا اسی سکھ کا نام لے اس کے سوا کچھ نہ کہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اسے گدگدانا شروع کیا اور وہ بولنے لگ گیا۔ دراصل یہ ایک بیماری ہوتی ہے بچے بھی جو قصے سنتے ہیں ان کو اپنے اوپر وارد کر لیتے ہیں۔ اب اگر کسی پر یہ ثابت کر دیں کہ اس کو جن نہیں چڑھا بلکہ بیماری ہے تو وہ علاج کی طرف توجہ کرے گا لیکن اگر اس پر یہی بات ظاہر نہیں تو اسے علاج کی طرف بھی توجہ نہ ہو گی لیکن علاج کی طرف بھی توجہ ہو جائے تب بھی یہ سوال رہ جاتا ہے کہ علاج اس مرض کا کیا ہے؟ مثلاً بعض لوگ ایسے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ انگریزی دوائیاں گرم خشک ہوتی ہیں ان کو استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ حضرت خلیفہ اول سناتے تھے ایک رئیس کا لڑکا بیمار تھا مجھے اس کے علاج کے لئے بلایا گیا ایک اور طبیب صاحب بھی آئے ہوئے تھے میں نے گھر والوں سے پوچھا مریض کو تھرما میٹر لگایا گیا ہے یا نہیں؟ انہوں نے بتایا نہیں لگایا میں نے کہا کہ لگا کر دیکھ لیں۔ میری یہ بات اس طبیب نے بھی سن لی وہ کہنے لگا بس میں اب جاتا ہوں انگریزی دوائیں گرم خشک ہوتی ہیں مریض کو تکلیف ہو گی اور نام میرا ہو گا۔ میں نے اسے بہتیرا سمجھایا کہ یہ کوئی دوائی نہیں بلکہ آلہ ہے جو بغل میں یا منہ میں رکھ کر حرارت کا اندازہ لگایا جاتا ہے مگر وہ یہی کہتا رہا کہ انگریزوں کی ہر چیز گرم خشک ہوتی ہے۔

بیماری کا علم کافی نہیں

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جہالت کی وجہ سے بیماری کا علم ہو جانے پر بھی انسان صحیح علاج سے محروم رہ جاتا ہے۔ لیکن علم کے بعد بھی ایک مرحلہ انسانی تدبیر کا باقی رہ جاتا ہے یعنی اس علم کا استعمال کرنا۔ مثلاً کسی شخص کو اگر معلوم ہو جائے کہ کونین ملیریا کی اعلیٰ درجہ کی دوائی ہے تو اس علم سے اس کا بخار نہیں دور ہو جائے گا بخار اسی وقت اترے گا جب مریض کونین کھائے گا۔ پس کسی بات کا علم ہو جانا بھی کافی نہیں جب

تک اس پر عمل نہ کیا جائے مگر دین کے معاملہ میں لوگوں میں یہ غلط خیال پایا جاتا ہے کہ کسی دینی بات کا سمجھ لینا ہی کافی ہے۔ حالانکہ لوگ دنیا کے کسی معاملہ میں یہ کافی نہیں سمجھتے۔ جب دنیا کے معاملات ہی میں محض علم ہونا کافی نہیں ہوتا تو دین کے معاملہ میں کس طرح کافی ہو سکتا ہے؟

دینی بات کا صرف سمجھ لینا کافی نہیں

پس یہ غلط خیال ہے کہ ہم نے فلاں بات کو سمجھ لیا ہے اور یہی کافی ہے۔ دین کے معاملہ میں اکثر لوگ تو دین سے واقف ہی نہیں ہوتے اور جو واقف ہوتے ہیں ان میں سے بھی اکثر صرف سمجھ لینا کافی سمجھتے ہیں جو بڑی خطرناک غلطی ہے۔ دیکھو یہ مان لینا کہ خدا تعالیٰ ایک ہے' اس کی طرف سے رسول آتے ہیں' اس زمانہ میں اس نے حضرت مسیح موعودؑ کو بھیجا یہ تو علم ہے مگر کیا صرف یہ مان لینے سے کوئی خدا کا مقرب بن سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ جس طرح یہ معلوم ہو جانے سے کہ ہسٹیریا ایک مرض ہے وہ مرض دور نہیں ہو سکتی' جس طرح یہ سمجھ لینے سے کہ تھرمامیٹر بخار معلوم کرنے کا آلہ ہے بخار کا درجہ معلوم نہیں ہو سکتا اور جس طرح یہ پتہ لگ جانے سے کہ کونین سے بخار اتر جاتا ہے بخار نہیں دور ہو سکتا اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کو صرف مان لینے سے نجات نہیں ہو سکتی جب تک آپؑ کے احکام پر بھی عمل نہ کیا جائے۔ خدا تعالیٰ کو واحد ماننا کافی نہیں ہو سکتا جب تک اس کے ملنے کے راستہ پر عمل نہ کیا جائے' رسول کریم ﷺ کو ماننے سے فائدہ نہیں ہو سکتا جب تک آپؐ کے احکام پر عمل نہ کیا جائے اور حضرت مسیح موعودؑ کو مان لینے سے فائدہ نہیں ہو سکتا جب تک آپؑ کے احکام بھی نہ مانے جائیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ خدا تعالیٰ کو واحد ماننا' رسول کریم ﷺ کی صداقت کا اعتراف کرنا اور حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لانا بے فائدہ ہے یہ بھی بڑے کام کی چیز ہے اور بہت اعلیٰ درجہ کی نعمت ہے مگر میں یہ کہتا ہوں کہ صرف اتنا ہی کافی نہیں جب تک ایمان کے ظہور کی علامات نہ ہوں اس وقت تک انسان مومن نہیں ہو سکتا۔

علم کے مطابق عمل بھی کرو

اس لئے سب سے پہلی نصیحت تو میں آپ لوگوں کو یہ کرنا چاہتا ہوں کہ جب خدا نے آپ لوگوں کو ایمان دیا ہے یعنی علم دیا ہے تو اس علم کے مطابق عمل بھی کریں۔ جیسے ہسٹیریا والے کو جب معلوم ہو جائے کہ یہ بیماری ہے تو اس کا علاج کرے گا' بخار والے کو جب معلوم ہو جائے کہ کونین اس کے لئے مفید ہے تو وہ کونین کھائے گا اسی طرح انسان کو جب اپنی روحانی بیماری کا احساس ہو جائے اور اس کا

علاج بھی معلوم ہو جائے تو اس کے علاج کی طرف توجہ بھی کرنی چاہئے۔

دوسروں کا بھی علاج کرو

لیکن یہیں ہمارا فرض ختم نہیں ہو جاتا کیونکہ بعض بیماریاں ایسی ہوتی ہیں کہ ان میں اپنا ہی علاج کر کے ہم آئندہ کے لئے محفوظ نہیں ہو جاتے۔ بعض بیماریاں متعدی ہوتی ہیں جیسے انفلوئنزا آسٹریلیا میں، یہ ایک خط کے ذریعہ پھیل گیا اور بعض انفرادی ہوتی ہیں اور جس طرح جسمانی وبائیں متعدی ہوتی ہیں اسی طرح روحانی وبائیں بھی متعدی ہوتی ہیں اس لئے جب تم کسی ایسے شخص کے پاس جاؤ گے جو ایسی روحانی بیماری میں مبتلاء ہو گا تو ڈر ہے کہ تم کو بھی وہ نہ لگ جائے۔ پس صرف اپنا علاج ہی کافی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ دوسروں کے بھی علاج کرو۔ اگر ملک میں طاعون یا انفلوئنزا پھیلا ہو تو اس سے تمہیں مطمئن نہیں ہونا چاہئے کہ تم ابھی تک اس سے بچے ہوئے ہو کیونکہ ڈر ہے کہ اگر آج طاعون نہیں ہوئی تو کل ہو جائے اور اگر آج صبح انفلوئنزا نہیں ہوا تو شام تک ہو جائے۔ پس جب تک متعدی بیماریاں ملک میں ہوں اس وقت تک ڈر ہے کہ تم کو بھی نہ لگ جائیں کیونکہ تمہیں دوسروں سے ملنا ہوتا ہے اور اس طرح تم بھی ان کی زد کے نیچے رہتے ہو۔ پس صحت حاصل کرنے کے بعد انسان کی دوسری ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کا بھی علاج کرے۔

حفظ ماتقدم

تیسری ذمہ داری یہ ہے کہ صرف دنیا سے بیماری کو دور ہی نہ کیا جائے بلکہ اس کی بھی تدبیر کی جائے کہ بیماری ملک میں آئندہ پیدا ہی نہ ہو۔ متمدن اقوام اسی کو کافی نہیں سمجھتیں بلکہ وہ کچھ اور بھی کرتی ہیں اور وہ یہ کہ حفظ ماتقدم کا انتظام کرتی ہیں تاکہ پھر بیماری ہی نہ ہو۔ پس تیسری ذمہ داری ہماری یہ ہے کہ ہم ایسا انتظام کر جائیں کہ آئندہ روحانی امراض نہ پھیلیں۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ اس طرح کہ ہم اپنی اولاد کو ان بیماریوں سے محفوظ کر جائیں۔ وہ آگے اپنی اولاد کو اور وہ اپنی اولاد کو اسی طرح یہ سلسلہ چلتا جائے۔ غرض ہمیں چاہئے کہ پہلے ہم اپنی بیماریوں کو دور کریں پھر اپنے ہمسایوں کی بیماریوں کو دور کریں پھر سارے ملک کی بیماریوں کو اور پھر ساری دنیا کی بیماریوں کو اور اسی پر بس نہ کریں حفظ ماتقدم کا بھی انتظام کر جائیں اور یہ ہم اسی طرح کر سکتے ہیں کہ اپنی اولاد کو محفوظ کر جائیں اور وہ اس طرح کہ ان کی تعلیم و تربیت کا پورا پورا انتظام کریں تاکہ ان میں امراض نہ پیدا ہوں اور اس طرح شیطان کو ہمیشہ کے لئے مار دیں۔ یہی حضرت مسیح موعودؑ کا مشن تھا کہ وہ شیطان کو مار دے گا اور جب تک ہم یہ نہ کریں ہمارے چندے، ہماری نمازیں، ہمارے روزے، ہمارے حج، ہماری زکوتیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتیں

اور اگر ہم نے اس مشن کو پورا کر لیا تو سمجھ لو کہ ہماری زندگی کا مقصد پورا ہو گیا۔

روحانی اور جسمانی بیماریوں میں فرق

یہ بات اچھی طرح یاد رکھو کہ بعض لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ روحانی بیماریوں کا علاج آہستہ آہستہ ہو جائے گا یہ بہت خطرناک خیال ہے۔ میں نے بتایا ہے کہ روحانی اور جسمانی بیماریوں میں مشارکت ہے مگر ان میں بہت بڑا افتراق بھی ہے اور وہ یہ کہ جسمانی بیماری میں اگر مرض معلوم ہو جائے اور اس کا علاج نہ کریں تو گو دیر تک علاج نہ کرنے کے سبب سے یہ تو ہو سکتا ہے کہ بیماری بھی ہو جائے یا زیادہ دیر تک علاج نہ کرنے کے سبب سے شاذونادر صورتوں میں لاعلاج ہو جائے مگر یہی نہیں ہو گا کہ کسی کی بیماری اس لئے لاعلاج ہو جائے کہ اس نے بیماری کے معلوم ہو جانے پر کیوں علاج نہیں کیا۔ خواہ بیماری کا علم ہونے پر کوئی علاج نہ کرے مگر جب بھی وہ علاج شروع کرنا چاہے کر سکے گا لیکن روحانی بیماری میں یہ ہوتا ہے کہ جب بیماری کا علم ہو جائے اور پھر علاج نہ کیا جائے تو بیمار پر عذاب نازل کیا جاتا ہے اور وہ یہ کہ اس کے علاج میں دقتیں پیش آجاتی ہیں۔ تو روحانی بیماری کا علم ہو جانے کے بعد علاج نہ کرنے سے بیماری مضبوط ہو جاتی ہے اور علاج کا موقع ہی بعض دفعہ نہیں ملتا اور علاج بھی بے اثر ہو جاتا ہے۔ پس روحانی بیماریوں کے علاج سے ہرگز غفلت نہیں کرنی چاہئے۔

روحانی حالتیں اور ان کے متعلق احتیاطیں

اب میں یہ بتاتا ہوں کہ روحانی حالتیں تین ہوتی ہیں اور ان کے لئے تین احتیاطوں کی ضرورت ہے۔ اول یہ کہ وہ علاج جو اپنی ذات سے تعلق رکھتا ہے دوسرے وہ علاج جو دوسروں سے تعلق رکھتا ہے اور تیسرے وہ علاج جو آئندہ کے متعلق ہوتا ہے۔

اپنے نفس کے علاج کے لئے پہلی بات جو ضروری ہے وہ اِجتناب عَنِ الْمَعَاصِیْ یعنی گناہوں کا ترک کر دینا ہے۔ اس کی بالکل ایسی ہی مثال ہے جیسے کسی کو کوئی مرض لگ گیا ہو اور وہ اس کا علاج کرائے یہ معاصی بھی تین قسم کے ہوتے ہیں۔

صرف اپنی ذات سے تعلق رکھنے والے معاصی

اول وہ بیماریاں جو اپنی ذات کی پاکیزگی کے خلاف ہوتی ہیں یعنی وہ بیماریاں جن کا اپنی ذات سے ہی تعلق ہوتا ہے غیر پر ان کا اثر نہیں پڑتا ان میں سے موٹی موٹی بیماریاں یہ ہیں۔

(۱) بدظنی اس میں دوسرے سے کوئی مشارکت نہیں ہوتی اپنی ذات میں یہ خرابی ہوتی ہے- اس کا خطرناک نقصان تو یہ ہوتا ہے کہ ایسے شخص کی نگاہ میں نیکی کی عظمت مٹ جاتی ہے چنانچہ کہتے ہیں جو کسی کو بدظنی سے جھوٹا کہتا ہے اس کے اندر ضرور جھوٹ کی مرض ہوگی- وجہ یہ کہ جو شخص خود کسی بات کو اہم نہیں سمجھتا وہ دوسرے کے متعلق جھٹ کہہ دیتا ہے کہ یہ بھی اس طرح کرتا ہوگا اور بدظنی کا نتیجہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ الزام لگاتے لگاتے گناہوں کی عظمت اس کے دل سے جاتی رہتی ہے اور وہ خود ان میں مبتلاء ہو جاتا ہے-

غرض بدظنی ایک ذاتی گناہ ہے اس کو مٹانا چاہئے کیونکہ اس کی وجہ سے انسان خود گناہ میں مبتلاء ہو جاتا ہے-

(۲) جھوٹ یہ وہ جھوٹ ہے جس میں کسی اور پر الزام نہ لگایا جائے- جھوٹ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک یہ کہ کوئی کہے میں فلاں جگہ گیا تھا وہاں میں نے اس قسم کا درخت دیکھا تھا حالانکہ نہ وہ گیا ہو اور نہ اس نے درخت دیکھا ہو- اس جھوٹ کا اثر دوسروں پر نہیں پڑتا یہ اس کا ذاتی گناہ ہے کیونکہ جو اس کا ارتکاب کرتا ہے وہ حقائق اشیاء سے بے بہرہ ہو جاتا ہے اور اس کے نفس سے اچھے اور برے کا امتیاز اٹھ جاتا ہے اس لئے میں احباب کو تاکید کروں گا کہ ذاتی پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے اس کو بھی ترک کر دیں- بہت لوگ اس میں مبتلاء پائے جاتے ہیں بہت لوگ بڑے بڑے معاملات میں جھوٹ نہیں بولتے مگر ایسی باتوں میں جھوٹ کی پرواہ نہیں کرتے اور کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ چھوٹا جھوٹ ہے- جھوٹ جھوٹ ہی ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اور خطرناک گناہ ہے- چھوٹا جھوٹ بھی ایسا ہی ہے جیسے بڑا جھوٹ اور سارے جُرم جُرم ہی ہیں بلکہ مثل تو یوں مشہور ہے کہ کسی نے پوچھا تھا اونٹ کی کیا قیمت ہے اور اس کے بچہ کی کیا؟ جواب ملا- اونٹ کی چالیس اور بچہ کی بیالیس کیونکہ وہ اونٹ بھی ہے اور اونٹ کا بچہ بھی- تو چھوٹا جھوٹ اس لئے خطرناک ہوتا ہے کہ انسان اس کے ارتکاب پر جرأت کر لیتا ہے- پس تم لوگ آئندہ کے لئے عہد کرو کہ تمہاری زبان پر سوائے راستی کے کچھ نہ آئے- بعض لوگ کہتے ہیں یونہی زبان سے یہ بات نکل گئی مگر میں یہ کہتا ہوں خواہ کوئی تمہاری جان بھی نکال دے تمہاری زبان سے ایک لفظ بھی جبراً نہیں نکلوا سکتا پھر جھوٹ کیوں کہو- اگر کوئی بات تم نہیں بتانا چاہتے تو صاف کہدو کہ نہیں بتاتے اور سچائی اور راستی کو اپنا شعار بنا لو اور عہد کر لو کہ آج سے کوئی ایسا لفظ تمہاری زبان پر جاری نہ ہو جو حقیقت کے خلاف ہو-

(۳) کینہ

تیسرا جرم کینہ ہے۔ جب ایک شخص کسی کے متعلق برائی دیکھتا ہے تو اسے وہیں نہیں بھلا دیتا بلکہ دل میں رکھ لیتا ہے۔ مگر جب تک یہ جرم دل سے نہ نکلے نفس پاک نہیں ہو سکتا اور اسے دل میں رکھنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ کینہ نفس کا ایک گند ہے اور اس کو دل میں رکھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی جیب میں پاخانہ رکھے۔ اس گند سے فائدہ کیا؟ ہر ایک کام کسی فائدہ اور ضرورت سے کیا جاتا ہے مگر کینہ رکھنے سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟ فائدہ تو کچھ نہیں ہاں نقصان ہوتا ہے۔ جب کسی کے متعلق برائی اپنے دل میں رکھو گے تو اس پر کڑھو گے اور جب کڑھو گے تو طبی مسئلہ ہے کہ بیمار ہو جاؤ گے۔ دیکھو جب بچے ایک دوسرے سے چڑتے ہیں تو انہیں کہا جاتا ہے ایسا نہ کرو۔ مگر عجیب بات ہے بچوں کو سمجھانے والے خود دوسروں کا کینہ دل میں رکھ کر چڑتے ہیں اور اس طرح ان کی طبیعت میں چڑچڑاہٹ پیدا ہو جاتی ہے اور بد خلقی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے دوسرے کو نقصان پہنچانے کے خیال سے کوئی اپنی ناک کاٹ لے مگر اس سے دوسروں کا کیا نقصان ہو گا۔ پس یاد رکھو کہ کینہ جیسی لغو چیز اور کوئی نہیں مگر اکثر لوگ اس میں مزا حاصل کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہی ہوتی ہے جیسے کہ کہتے ہی۔ کوئی چیتا تھا اس کو تازہ گوشت نہیں کھلایا جاتا تھا۔ ایک دفعہ اس کے قریب سل پڑی ہوئی تھی جس پر ان نے زبان لگائی اور خون نکل آیا۔ اس تازہ خون کو اس نے چوس لیا اور اس کا اسے ایسا مزہ آیا کہ وہ برابر اپنی زبان سل پر رگڑتا رہا اور زبان کا خون چوستا رہا اور مزہ لیتا رہا آخر اس کی زبان ہی کٹ گئی۔ اس طرح کینہ رکھنے والے کی حالت ہوتی ہے وہ سمجھتا ہے کہ دوسرے کو نقصان پہنچا رہا ہے مگر دراصل وہ اپنی ہی جان کو کھا رہا ہوتا ہے مومن کو چاہئے کہ اس عیب کو اپنے پاس نہ آنے دے یہ ایک باطنی گند ہے اس کو دور کر دینا چاہئے کیونکہ اس سے انسانی صحت اور اخلاق تباہ ہوتے ہیں۔

(۴) جہالت

چہارم ایک ذاتی عیب جہالت ہے۔ یاد رکھو کہ علم کے بغیر کوئی کام دنیا میں نہیں چلتا اور چھوٹی سے چھوٹی بات بھی بغیر علم کے نہیں آسکتی۔ میرا تو یہ خیال ہے کہ علم تو بری سے بری بات کا بھی اچھا ہی ہوتا ہے۔ دیکھو پولیس والے کس طرح چوری کا سراغ نکالتے ہیں اسی طرح کہ وہ جانتے ہیں چور اس طرح چوری کرتے ہیں تو کوئی علم برا نہیں ہوتا بلکہ اس کا برا استعمال برا ہوتا ہے۔ پس علم حاصل کرنے کے لئے ہر مومن کو کوشش کرنی چاہئے۔ رسول کریم ﷺ کی طرف ایک قول منسوب ہے۔ کہ اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ كَانَ بِالصِّيْنِ

☆☆☆ [7] - کہ اگر مومن کو چین میں بھی جا کر علم حاصل کرنا پڑے تو کرے۔ پس میں کہوں گا کہ ایک ذاتی مرض جہالت ہے اسکے دور کرنے کے لئے علم حاصل کرو۔

پچھلے سال میں نے بتایا تھا اب بھی نہایت افسوس کے ساتھ اس کا ذکر کرنا پڑا ہے کہ پچھلے سال شہری لوگوں کو تین تین سیر روپیہ کا آٹا لے کر کھانا پڑا مگر باوجود اس کے انہوں نے چندہ میں کمی نہ کی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر ہم نے کمی کر دی تو سلسلہ کا کام نہ چلے گا مگر دیہاتیوں نے اپنے چندے کم کر دیئے۔ اگرچہ اس سال غلہ کم پیدا ہوا مگر انہوں نے مہنگا بیچ لیا۔ اس کے بعد سال رواں میں اور بھی کم ان کی طرف سے چندہ آیا مگر شہریوں نے چندہ خاص میں ایک ایک ماہ کی آمدنی دے دی۔ بہت سے دیہاتیوں نے کیوں نہ دی۔ یہ نہیں کہ ان میں اخلاص نہیں بلکہ یہ وجہ ہے کہ انہیں سلسلہ کی ضروریات کا علم نہیں اور اسی وجہ سے ممکن ہے کہ وہ کہتے ہوں کہ اتنا روپیہ جو جمع ہوتا ہے جاتا کہاں ہے؟ شاید کچھ لوگ آپس میں ہی بانٹ لیتے ہوں گے مگر شہری اس بات کو سمجھتے ہیں کہ اصل میں ہمارے پاس روپیہ کی کمی ہے ورنہ ہم کام کو اور ترقی دے سکتے ہیں۔ پس شہری چونکہ اس کام کو جانتے ہیں جو ہو رہا ہے وہ زیادہ شوق سے حصہ لیتے ہیں مگر دیہاتی جہالت کی وجہ سے نہیں جانتے اور باوجود ایمان کے ثواب سے محروم رہ جاتے ہیں تو جہالت بڑی خطرناک مرض ہے۔ دنیاوی علم بھی روحانیت کے لئے ضروری ہے۔ رسول کریم ﷺ کو اس کا اتنا خیال تھا کہ جنگ بدر کے موقع پر جو لوگ قید ہو کر آئے اور وہ غریب تھے آپ نے ان کا فدیہ یہ مقرر فرمایا کہ ان میں سے جو پڑھے لکھے ہیں وہ دس دس لڑکوں کو پڑھاویں [8] اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کو علم کے متعلق کتنا خیال تھا۔ پس ہماری جماعت کے ہر ایک فرد کو چاہئے کہ علم حاصل کرے اور جہالت سے نکلنے کی کوشش کرے۔

(۵) سستی

پانچویں باطنی بیماری سستی بھی ہے۔ بہت لوگ اس میں مبتلاء پائے جاتے ہیں یہ بیماری روحانیت کو کھا جاتی ہے۔ اخلاص ہو مگر چستی نہ ہو تو اخلاص کچھ کام نہیں دے گا۔ چستی کہیں باہر سے نہیں آتی نہ چست انسان کو باہر سے کوئی خاص مدد ملتی ہے بلکہ اس کا اپنا ارادہ ہوتا ہے جس سے وہ کامیاب ہوتا ہے۔

سستی کی وجہ سے انسان عبادتوں سے محروم ہو جاتا ہے، نمازوں سے محروم ہو جاتا ہے اور کئی باتوں سے محروم ہو جاتا ہے اور اپنے اوقات کو صحیح طور پر استعمال نہیں کر سکتا۔ ایک چست آدمی سست کے مقابلہ میں چار گنا زیادہ کام کر سکتا ہے بلکہ ممکن ہے کہ سست آدمی اپنا وقت بالکل

ہی ضائع کر دے۔گو سستی معمولی بات سمجھی جاتی ہے مگر اس کی وجہ سے جتنے عمل ضائع ہوتے ہیں وہ ان سے زیادہ ہوتے ہیں جو تم کرتے ہو پس چاہئے کہ تم ہر کام چستی سے کرو۔ تمہارے ذمہ بہت بڑا کام ہے اگر کوئی شخص سستی کرتا ہے تو وہ دوسروں کی گمراہی کا ذمہ دار ہے اور اگر ایک ایسا شخص پانچ سو کو ہدایت پہنچا سکتا ہے وہ دو سو کو پہنچاتا ہے اور باقی کو اپنی سستی کی وجہ سے چھوڑ دیتا ہے تو ان کے متعلق وہ جواب دہ ہے۔اسی طرح اگر ایک شخص روز تہجد کے لئے اٹھ سکتا تھا مگر سستی کی وجہ سے نہ اٹھے تو وہ کس قدر نقصان اٹھاتا ہے روحانیت اور قرب الٰہی میں جو ترقی تہجد کے ذریعہ کر سکتا تھا اس سے محروم ہو جائے گا۔

حضرت عمرؓ کو چستی کا اس قدر خیال ہوتا تھا کہ ایک دفعہ ایک شخص سر نیچے ڈالے آرہا تھا حضرت عمرؓ نے اس کو دیکھا اور اس کی ٹھوڑی کے نیچے مکا مار کر کہا کہ کیا اسلام مر گیا ہے کہ تو اس طرح چلتا ہے؟[۹]۔ پس سستی ایک عیب ہے مومن کو چاہئے کہ اپنی چال ڈھال اور شکل و شباہت سے یہ مت ظاہر ہونے دے کہ وہ ست ہے بلکہ یہ ظاہر کرے کہ وہ ہر کام کا اہل ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص اکڑ کر چل رہا تھا رسول کریم ﷺ نے اس کو دیکھ کر فرمایا خدا تعالیٰ کو یہ چال ناپسند ہے مگر اس وقت اس کا چلنا خدا کو پسند ہے[۱۰] کہ اس سے دشمن پر اثر پڑتا ہے۔پس تم اپنی شکلوں اور اپنی چال ڈھال سے یہ ظاہر کردو کہ تم چست ہو اس سے تمہارے کاموں میں بڑی ترقی ہوگی۔

(۶) بزدلی

چھٹی بیماری بزدلی ہے یہ ایک خطرناک گناہ اور عیب ہے۔عام طور پر لوگ اس کے متعلق احساس نہیں رکھتے مگر یاد رکھو مومن بزدل نہیں ہوتے اور ایمان اور بزدلی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک واقعہ ہے۔ گورداسپور میں آپ کا مقدمہ تھا ایک شخص نے جو مخالف تھا مگر آپ کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا اس نے سنا کہ مجسٹریٹ کا ارادہ بلاوجہ اذیت دینے اور ہتک کرنے کا ہے۔اسے غیرت آئی کہ آپ مسلمان ہیں اور اسلام کی طرف سے لڑنے والے ہیں اس لئے اس نے آپ کو کہلا بھیجا کہ ہندوؤں نے مجسٹریٹ پر زور دیا ہے کہ یہ موقع ہے کہ لیکھرام کے قتل کا بدلہ لیا جائے اور خواہ ایک ہی دن قید ہو ضرور قید کر دیا جائے اور مجسٹریٹ جو ہندو ہے اس نے وعدہ کر لیا ہے اس لئے کوئی انتظام کر لو۔یہ بات جب خواجہ کمال الدین صاحب کو معلوم ہوئی تو ان کو بڑا خوف پیدا ہوا۔ وہ گھبرائے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ کے پاس آئے اور آکر یہ بات سنائی آپ اس وقت لیٹے

ہوئے تھے اٹھ بیٹھے اور فرمایا- خواجہ صاحب! آپ کو کیا پتہ ہے خدا کے شیر پر ہاتھ ڈالنا آسان نہیں- میں خدا کا شیر ہوں کوئی ہاتھ ڈال کر تو دیکھے!

مومن نرم مزاج ہوتا ہے مگر بزدل نہیں ہوتا اور سوائے خدا کے کسی سے نہیں ڈرتا تم بھی بزدلی کو اپنے دلوں سے نکال دو- بعض کہیں گے کہ وہ تو بزدل نہیں مگر میں بتاتا ہوں کہ کس طرح کسی کی بزدلی اور بہادری کا پتہ لگتا ہے- (۱) مثلاً وہ کسی جگہ ملازم ہے لیکن وہ لوگوں کو تبلیغ کرے تو افسر ناراض ہوتا ہے اس ڈر کی وجہ سے اگر وہ تبلیغ کرنے سے رکتا ہے تو بزدل ہے اگر دلیر ہوتا تو کبھی کسی کے ڈر کی وجہ سے تبلیغ سے نہ رکتا- اگر ایک سپاہی چند روپوں کے بدلے میں میدان جنگ میں جان دے دیتا ہے تو یہ شخص یوں نہیں کہہ سکتا کہ نوکری جاتی ہے تو جائے مگر میں تبلیغ سے نہیں رک سکتا- کیا وہ خدا کے لئے نوکری نہیں قربان کر سکتا؟ اگر نہیں کر سکتا تو معلوم ہوا کہ وہ بزدل ہے دلیر نہیں ہے- (۲) اسی طرح اگر کوئی شخص رسوم اور بدعتوں کو لوگوں کے ڈر کی وجہ سے چھوڑ نہیں سکتا تو بزدل ہے- (۳) اگر کوئی چندہ دینے سے اس لئے ڈرتا ہے کہ اس کے مال میں کمی آجائے گی تو وہ بزدل ہے کیونکہ بزدل کی یہ تعریف ہے کہ جو کام اس کے ذمہ لگایا گیا ہو اسے ڈر کر چھوڑ دے- اس تعریف کے ماتحت اگر تم اپنے نفسوں کا مطالعہ کرو گے تو تمہیں بآسانی معلوم ہو جائے گا کہ تم بزدل ہو یا نہیں اور جو اپنے آپ کو بزدل پائے اسے چاہئے کہ بزدلی کو چھوڑ دے اور بہادر بنے-

(۷) فخر اور خیلاء پھر فخر اور خیلاء بھی ایک مرض ہے- اس سے بھی انسان کی روح پہلی حالت سے گر جاتی ہے کیونکہ فخر کرنے والا دوسروں کو حقیر قرار دیکر خود بڑا بننا چاہتا ہے مگر خود گر جاتا ہے- بظاہر فخر کرنا معمولی بات معلوم ہوتی ہے اور لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ کیا ایسے موقع پر ہم جھوٹ بولیں اور سچ بات نہ کہیں؟ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ فخریہ جو کچھ کہا جائے وہ سچ نہیں ہو سکتا اور آج تک فخر کرنے والے کبھی ایسے نہیں ہوئے جو دوسروں کو گرا کر اپنے آپ کو بڑا نہ بنانا چاہیں- ایسے انسان جو اپنے متعلق سب کچھ کہتے ہیں مگر ان کے لئے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ فخر کرتے ہیں وہ صرف نبی ہی ہوتے ہیں- پس سوائے نبیوں کے اور کوئی ایسا انسان نظر نہیں آیا کہ جو فخر بھی کرے اور دوسروں کو حقیر بھی نہ کرے اس لئے یہ بھی ایک مرض ہے اس سے بھی بچنا چاہئے-

(۸) بے غیرتی

پھر بے غیرتی بھی گناہ ہے۔ مومن کے اندر غیرت ہونی چاہئے اس کے ماتحت ہر کام کرنے کے لئے اسے تیار رہنا چاہئے۔ بے غیرتی کے یہی معنی نہیں ہیں کہ بعض اخلاقی باتوں میں جن میں لوگ سمجھتے ہیں کہ بے غیرتی دکھائی گئی ہے بے غیرتی کی جائے بلکہ تمام کاموں میں بے غیرتی ہو سکتی ہے۔ مثلاً لوگ اسلام پر حملے کریں اور ایک شخص ان کو سنتا رہے اور اسلام کے لئے کچھ نہ کرے تو یہ بھی بے غیرتی ہے۔ جب لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں پر جان دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں تو پھر کیوں دین کے لئے غیرت نہ دکھائی جائے۔ ایسے لوگوں کو جب کہا جائے کہ تم نے بے غیرتی دکھائی ہے تو وہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم نے تو کوئی حیاء کے خلاف کام نہیں کیا مگر اصل بات یہ ہے کہ انہوں نے حیاسوز کام کی غلط تشریح کرلی ہے۔ دین کے لئے غیرت دکھانا بھی ایک مسلمان کا فرض ہے۔ پس میں آپ لوگوں کو نصیحت کروں گا کہ جہاں بھی جس کام کے لئے آپ کھڑے ہوں اس میں جو روکیں پیدا ہوں ان کو دور کرنے کی کوشش کریں اور اس وقت تک صبر نہ کریں جب تک ساری روکیں دور نہ ہو جائیں۔ غیرت کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کا ایک واقعہ ہے۔ لاہور میں آریوں کا جلسہ تھا جس میں حضرت خلیفہ اول کو امیر بنا کر آپ نے چند لوگوں کو اس میں شمولیت کے لئے بھیجا تھا میں بھی گیا تھا۔ اس میں حضرت مسیح موعودؑ کا مضمون پڑھا گیا تھا اس کے بعد آریوں نے بھی مضمون سنایا جس میں رسول کریم ﷺ کو سخت گالیاں دی گئی تھیں۔ میری اگرچہ اس وقت چھوٹی عمر تھی تاہم میں وہاں سے چلنے لگا کہ گالیاں نہ سنوں مگر ایک شخص نے مجھے پکڑ لیا اور کہا کہ باہر جانے کا راستہ نہیں ہے یہیں بیٹھے رہیں۔ مجھے ابھی تک افسوس ہے کہ میں کیوں بیٹھا رہا اور کیوں نہ چلا آیا۔ جب جلسہ کے بعد حضرت خلیفہ اول قادیان میں آئے اور حضرت مسیح موعودؑ نے جلسہ کے حالات سنے تو آپؑ سخت ناراض ہوئے اور مولوی صاحب کو بار بار فرماتے کہ کیوں آپ وہاں بیٹھے رہے آپ تو عالم تھے آپ کو ایسی مجلس سے فوراً چلے آنا چاہئے تھا۔ کئی مجلسوں میں آپؑ یہی ذکر فرماتے رہے آخر بہت سی ناراضگی کے بعد آپؑ نے معاف فرمایا۔

غرض مومن میں غیرت ہونی چاہئے۔ دیکھو بے غیرتی نے ہی پیغامیوں کو تباہ کیا ہے۔ خواجہ صاحب نے کہیں لیکچر دیا اور لوگوں نے اس کی تعریف کر دی تو پھر وہ خواہ حضرت مسیح موعودؑ کو کافر کہتے اس کی بھی پرواہ نہ کی جاتی اور کوئی حرج نہ سمجھا جاتا۔ اس طرح ان لوگوں میں بے غیرتی پیدا ہو گئی اور اس کی وجہ سے ان کے اندر سے ایمان نکل گیا۔ پس یاد رکھو کہ جن وجودوں کی

عزت و تکریم تمہارا فرض ہے اور ان عقائد و مسائل کی حفاظت ضروری ہے کسی مجلس میں اگر کوئی ان کی ہتک کرتا ہے تو وہاں سے اٹھ جانا چاہئے اور جس کام پر تمہیں مقرر کیا جائے اس میں اگر کوئی روکیں پیدا کرتا ہے تو ان کا مقابلہ کرو اور کام کو پورا کر کے دکھاؤ۔ دیکھو ایک چھوٹی سی قوم سکھ ہے میں اس کی تعریف نہیں کرتا کہ اس نے جو طرز عمل اختیار کیا وہ اچھا ہے مگر اس نے کیسی جرأت دکھائی ہے ان کی اس جرأت سے دل لذت محسوس کرتا ہے۔ انہوں نے ماریں کھائیں تکلیفیں اٹھائیں' جیل خانوں میں گئے مگر یہی کہتے رہے کہ ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ ہمارے مقدس مقام غیروں کے قبضہ میں ہوں۔ ہم قانونی لحاظ سے نہیں کہتے کیونکہ ہمیں اصل حالات معلوم نہیں کہ وہ کہاں تک حق بجانب ہیں مگر ان کی غیرت قابل تعریف ہے اور ان کا اس قدر تکالیف برداشت کرنا دل میں سرور پیدا کرتا ہے۔

پس تم کو باغیرت بننا چاہئے اور ہر بات میں ایسی غیرت دکھانی چاہئے کہ دشمن بھی تمہاری غیرت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو۔

(۹) ناشکری

یہ بھی ایک ذاتی عیب ہے۔ اس کی وجہ سے انسان ترقی سے محروم ہو جاتا ہے۔ میرے نزدیک مسلمانوں کی تباہی کا بڑا باعث ناشکری ہی ہے۔ خدا تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کے ذریعہ انہیں یہ نعمت عطا کی کہ ان میں نبی پیدا کیا مگر اس کو انہوں نے رد کر دیا اور رسول کریم ﷺ کے درجہ کو گھٹا کر مسیحؑ کو بڑا بنانا شروع کر دیا۔ اس وجہ سے عذاب میں مبتلاء کئے گئے۔ مسلمان آنحضرت ﷺ کے امتنان اور احسان کو بھول گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو بھی اصل منعم نے بھلا دیا اور وہ ذلیل ہو گئے۔ پس ضروری ہے کہ جنہوں نے ہم تک دین پہنچایا اور جن کی قدر اور عزت کرنا ضروری ہے ان کے شکر گزار ہوں۔ اگر تم ترقی کرنا چاہتے ہو تو قدر دانی کی عادت ڈالو۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ[۱۱] جس نے انسانوں کا شکر نہ کیا وہ خدا کا بھی شکر گزار نہیں ہوتا۔ گویا قابل شکریہ انسانوں کا شکر گزار ہونا اتنا ضروری ہے کہ ایسا نہ کرنے سے انسان خدا کا شکر گزار بھی نہیں ہو سکتا پس آپ کو ناشکر گزار نہیں ہونا چاہئے۔

(۱۰) خودکشی

یہ بھی ایک ذاتی عیب ہے گو اس کے متعلق سوال ہوگا کہ کیا ہماری جماعت میں یہ عیب پایا جاتا ہے؟ اگرچہ ایسا نہیں ہے لیکن پچھلے سال میرے پاس ایک خط آیا تھا جس سے میں نے اندازہ لگایا کہ بعض لوگ خیال رکھتے ہیں کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ بات

یہ ہے کہ خودکشی خدا تعالیٰ سے مایوسی کی وجہ سے ہوتی ہے کیونکہ انسان جب یہ خیال کرلیتا ہے کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا اور میں مشکلات سے مخلصی نہیں پا سکتا تو وہ خودکشی کرلیتا ہے۔ ایسا انسان خدا کا خانہ خالی سمجھ لیتا ہے اور خیال کرلیتا ہے کہ اب خدا کچھ نہیں کر سکتا اسی لئے یہ ایسا گناہ ہے جو کبھی معاف نہیں ہو سکتا کیونکہ جب انسان نے اپنے آپ کو مار ڈالا تو توبہ کب کر سکتا ہے اور کب یہ گناہ معاف ہو گا؟ شرک جیسا گناہ بھی توبہ کرنے سے معاف ہو سکتا ہے مگر خودکشی کا گناہ معاف نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے کرنے کے بعد توبہ کرنے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ ایک دفعہ میں نے سوچنا شروع کیا کہ وہ کون سا گناہ ہے جو معاف نہیں ہو سکتا تو مجھے یہی گناہ ایسا نظر آیا۔

اپنی ذات کے علاوہ دوسروں پر بھی اثر ڈالنے والے معاصی

یہ موٹے موٹے ذاتی گناہ میں نے بیان کر دیئے ہیں۔ اب دوسرے گناہ جو دوسروں سے تعلق رکھتے ہیں اور جن سے بچنا ضروری ہے ان میں سے موٹے موٹے گناتا ہوں۔

(۱) خیانت ایسے گناہ جن کا اثر دوسروں پر بھی پڑتا ہے ان میں سے ایک خیانت ہے۔ جب کوئی دوسرے پر اعتماد کر کے اپنا مال اس کے پاس رکھتا ہے اور وہ اس میں خیانت کرتا ہے تو یہ حد درجہ کی بے شرمی ہے۔ میں نے ایسا خائن کوئی احمدیوں میں نہیں دیکھا کہ جس نے کسی کا روپیہ لے کر دینے سے کلی طور پر انکار کر دیا ہو اور یہ خدا کا فضل ہی ہے مگر اور قسم کی خیانتیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً ایک شخص دوسرے کا روپیہ خرچ کرلیتا ہے اور جب وہ مانگتا ہے تو کہتا ہے کہ جب میرے پاس ہو گا تو دے دوں گا مگر سوال یہ ہے کہ دوسرے کے پاس روپیہ کوئی رکھتا تو اس لئے ہے کہ جب ضرورت ہو گی لے لونگا پھر کیوں اسے ضرورت کے وقت نہ دیا جائے؟ اس قسم کی خیانت دیکھی جاتی ہے اور یہ بھی خطرناک گناہ ہے کسی کے یہ کہہ دینے سے کہ جب روپیہ ہو گا دے دونگا خیانت کا جرم کم نہیں ہو جاتا۔ جس کا روپیہ تم نے خرچ کرلیا اس کو تو ضرورت کے وقت نہ ملنے کی وجہ سے نقصان پہنچ رہا ہے اگر اسے یہ کہہ دیا جاتا کہ روپیہ نہیں دیتا تو بھی اس کا نقصان ہوتا۔ پس اس کا تو دونوں صورتوں میں نقصان ہوتا ہے اس لئے یہ کہہ دینا کہ جب ہو گا دے دیا جائے گا جرم کو کم نہیں کرتا۔ نفس کی پاکیزگی کے لئے ضروری ہے کہ اگر کوئی آپ کے پاس روپیہ رکھتا ہے تو جب مانگے اسے دے دو۔ میرے نزدیک تو خیانت کا یہ مفہوم ہے کہ آپ کا ایک نہایت عزیز بیمار پڑا ہے اور خطرہ ہے کہ اگر اس کا علاج نہ کیا تو مر جائے گا اس

وقت اگر تمہارے پاس امانت کا روپیہ پڑا ہے اور روپے والا مانگتا ہے مگر آپ اس میں سے بیمار پر خرچ کر لیتے ہیں اور اسے نہیں دیتے تو یہ خیانت ہے۔ آپ کا فرض یہ ہے کہ روپیہ جس کا ہے اسے دے دیں اور مریض کو خدا پر چھوڑ دیں پھر خواہ وہ مرے یا جئے۔ پس کبھی کسی کے مال میں خیانت نہ کرو خواہ کسی قدر ہی ضرورت کیوں نہ ہو اور خیانت کے مفہوم کو وسیع سمجھو محدود نہ کرو۔

(۲) تہمت

ایک عیب تہمت ہے کسی پر تہمت لگانا بہت بڑا عیب ہے۔ کسی کے متعلق اپنے دل میں برا خیال رکھنا بد ظنی ہے اور اس کا بیان کرنا تہمت ہے۔ دیکھو تو سہی اگر تمہیں کسی مجسٹریٹ کے متعلق معلوم ہو کہ اس نے فلاں کو بغیر تحقیقات سزا دے دی ہے تو کتنا برا لگے گا مگر ذرا اپنے متعلق دیکھو ایک بات کو لے کر دوسرے کے متعلق یونہی فیصلہ کر دیتے ہو کہ فلاں ایسا ہے۔ کسی کو چور' ڈاکو' زانی' فاسق' فاجر کہہ دینا اس کو سزا دینا ہے کیونکہ اس طرح تم اس کی عزت کو گراتے ہو۔ تم ایک غلط فیصلہ کرنے والے مجسٹریٹ پر ناراض ہوتے ہو مگر خود وہی غلطیاں کرتے ہو ان باتوں کو بھی چھوڑ دو۔

(۳) ظلم

ایک گناہ ظلم ہے یہ گناہ بہت وسیع طور پر پھیلا ہوا ہے۔ بعض دفعہ اس کو دیکھ کر مجھے خیال آتا ہے کہ بالشویک طریق اسی کا طبعی نتیجہ ہے۔ امیر غریب پر' بادشاہ فقیر پر' آقا نوکر پر' افسر ماتحت پر' بڑا چھوٹے پر' زبردست کمزور پر ظلم کرتا ہے اور ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ دوسرے کا حق لے لے حالانکہ مومن کا کام یہ ہے کہ اپنا حق دوسرے کو دے دے اور اگر اس درجہ پر نہیں تو کم از کم دوسرے کا حق تو تلف نہ کرے۔ مگر عجیب بات ہے کہ ایک شخص پندرہ سال کام کرتا ہے اور تنخواہ لیتا ہے مگر جب وہ ملازمت چھوڑ دیتا ہے تو بھی اس پر اس لئے ناراضگی کا اظہار کیا جاتا ہے کہ اس نے ہمارا فلاں کام نہ کیا بڑا نمک حرام ہے۔ مگر نمک تو تم نے بھی اس کا کھایا وہ تمہارا کام کرتا رہا اس کے بدلہ میں تم نے بھی اسے فائدہ پہنچایا۔

گاؤں میں نجار' معمار وغیرہ کام کرنے والے لوگ ہوتے ہیں ان کے حقوق تلف کرنا بھی ظلم ہے پس عورتوں کے حقوق' نوکروں کے حقوق' گاؤں میں کام کرنے والوں کے حقوق اور ان کے علاوہ اور بھی جس کے حقوق ہوں ان کا تلف کرنا بہت بڑا گناہ ہے اس سے بچنا چاہئے۔

(۴) دھوکا

ایک عیب دھوکا ہے۔ ایک شخص کسی پر اعتبار کرتا ہے مگر وہ اس سے ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے یہ بھی بڑا گناہ ہے۔ بعض لوگ دھوکا دیکر کسی کی چیز لے لیتے ہیں

اور اگر پتہ لگ جائے تو کہہ دیتے ہیں ہم نے تو ہنسی کی تھی مگر ایسی ہنسی جائز نہیں جو جھوٹ ہو اور جس کی وجہ سے دوسرے کو نقصان پہنچ جائے۔ پس ہر قسم کے دھوکا سے بچنا چاہئے خصوصاً ہنسی کے نام سے جو دھوکا کیا جاتا ہے اس سے۔ کیونکہ عام طور پر لوگ اسے جائز سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بھی جائز نہیں۔

(۵) قتل

پانچواں گناہ قتل ہے۔ یہ بھی خطرناک جرائم میں سے ہے اس سے دوسرے کو ایسا نقصان پہنچایا جاتا ہے جس کا کوئی تدارک نہیں ہو سکتا کیونکہ قاتل مقتول کے نیک اعمال کو ضائع کر دیتا ہے۔ ہماری جماعت میں جان سے قتل کر دینے کا عیب تو خدا کے فضل سے نہیں ہے مگر قتل کے یہی معنی نہیں کہ کسی کو جان سے مار دیا جائے بلکہ اور بھی ہیں۔ مثلاً اگر کوئی کسی سے ایسے رنگ میں ناراض ہوتا یا نقصان پہنچاتا ہے کہ وہ برباد ہو جاتا ہے تو یہ بھی قتل ہے یا اگر تم کسی کو اس طرح مارتے ہو کہ مار ڈالنے کی نیت نہیں مگر وہ مرجاتا ہے تو یہ بھی قتل ہی ہے۔ اس کی بھی سزا رکھی گئی ہے اس لئے چاہئے کہ تم کسی کے مارنے کے لئے ہاتھ ہی نہ اٹھاؤ سوائے خود حفاظتی کے موقع کے۔

(۶) چوری

ایک چوری کا عیب ہے۔ گجرات اور گوجرانوالہ کے اضلاع میں لوگ جانوروں کی چوری کو چوری نہیں سمجھتے۔ کہتے ہیں دوسرے ہمارے جناور لے جاتے ہیں اور ہم ان کے لے آتے ہیں مگر یہ بھی چوری ہے۔ جیسے سینڈھ لگا کر زیور یا روپیہ نکال لینا چوری ہے اسی طرح جانور نکال کر لے جانا بھی چوری ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم اس طرح نہ کریں تو تباہ ہو جائیں گے دوسرے ہمارے جانور لے جائیں گے اور ہم خالی ہاتھ بیٹھے رہیں گے مگر مکہ والے بھی رسول کریم ﷺ کو یہی کہتے تھے۔ خدا تعالیٰ ان کو زجر کرتا ہے کہ جب خدا کے لئے ایسا کرو گے تو کیوں لُٹ جاؤ گے۔ پس تم میں سے بھی کوئی حضرت مسیح موعودؑ کے پاک اور صاف جبہ پر داغ نہ لگائے۔ دیکھو ہر ایک عیب عیب ہی ہے مگر بعض کمینہ عیب ہوتے ہیں۔ ایک عیب شہوت کی وجہ سے کیا جاتا ہے وہ بھی عیب ہی ہے مگر اس کے کرنے والے کا عذر بھی تو ہے۔ مگر کمینہ عیب اس سے بھی برا ہوتا ہے اور اس قسم کی چوری کا عیب کمینہ اور خَسِیْس عیب ہے اس کی محرک کوئی ضرورت طبعی نہیں۔ تم اس کے لئے احمدیت کو بدنام نہ کرو۔ اگر تم اس سے بچو گے تو خدا تعالیٰ تمہارا مددگار ہوگا۔ ہمارے گھوڑے چوری ہو گئے اور جن کو پکڑا گیا وہ قسمیں کھا کر چھوٹ گئے اور ہم نے ان کی بات مان لی۔ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ

وہی چور تھے - ان میں سے ایک جلد ہی مرگیا اور دوسرا کسی اور جرم میں پکڑا گیا اور اس نے سزا پائی - تمہیں چاہئے کہ جس طرح دوسرے لوگ چوری میں مشق کرتے ہیں تم سراغ رسانی میں مشق کرو اور چوروں کو پکڑو خواہ وہ ہندوستان کے دوسرے کنارے چلے جائیں - اپنی سستی کی وجہ سے اپنے ایمانوں کو کیوں ضائع کرتے ہو۔

(۷) مار پیٹ

اسی طرح ایک عیب مار پیٹ ہے - چھوٹی چھوٹی باتوں پر مار پیٹ کرنے لگ جاتے ہیں - بعض دفعہ کہتے ہیں فلاں نے گالی دی تھی اس لئے ہم نے مارا - میں کہتا ہوں اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو تم زیادہ سے زیادہ یہ کرسکتے ہو کہ گالی دے لو اور اگر کسی نے گندی گالی دی ہے تو تم یہ بھی نہیں کرسکتے صرف یہ کہہ دو کہ تو جھوٹا ہے اور یہ کہنا ٹھیک بھی ہے کیونکہ وہ جو گالی دیتا ہے وہ جھوٹ ہی بولتا ہے - بعض لوگ اگر ماریں نہ تو یہ کہہ دیتے ہیں میں یوں تمہاری خبر لوں گا' میں تمہارا سر پھوڑ دوں گا' مار دوں گا مگر یہ ارادہ جرم بھی جرم ہے اگر مارنا نہیں تو یہ کہنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟

کہتے ہیں کسی شخص کی کتیا نے بچے دیئے - ایک شخص اس سے ایک بچہ مانگنے گیا - کتیا والے نے کہا بچے تو سب مرگئے ہیں لیکن اگر زندہ بھی ہوتے تو بھی تم کو نہ دیتا - اس نے کہا یہ کہنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس طرح جب مارنا نہیں تو ایسے الفاظ کہنے کی کیا ضرورت ہوتی ہے۔

اس قسم کی ایک لڑائی کا ابھی تک مجھ پر اثر ہے - میں بازار گیا تو دو ہندو آپس میں لڑ رہے تھے بچپن کی عمر کی وجہ سے میں اس نظارہ کو شوق سے دیکھنے لگا - وہ ایک دوسرے کو یہی کہتے رہے کہ مار ڈالوں گا مگر مارا کسی نے نہیں اور آخر چپ ہو کر بیٹھ گئے - آج تک اس واقعہ کا مجھ پر اثر ہے - مجھے یاد ہے کہ مجھے غصہ آتا تھا کہ اگر مارنا ہے تو ماریں یونہی منہ سے کیوں کہہ رہے ہیں۔

اس طرح دھمکی دینا بھی ایک عیب ہے - کیونکہ اس طرح دوسرے کو جوش دلایا جاتا ہے ممکن ہے یہ تو منہ سے ہی کہتا رہے اور دوسرا مار بیٹھے۔

(۸) گالی دینا

گالی دینا بھی عیب ہے - اس سے دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے - یہ طبعی بات ہے کہ انسان اپنے متعلق بری بات خواہ غلط ہی ہو نہیں سننا چاہتا - اس سے اسے تکلیف ہوتی ہے اس سے بچنا چاہئے - بعض لوگوں کو تو گالیاں دینے کی اس قدر عادت ہوتی ہے کہ ایسی چیزوں کو گالیاں دینے لگ جاتے ہیں جو بے جان ہوتی ہیں یا گالیوں کو سمجھ نہیں سکتیں - مثلاً ذرا جوتی نہ ملے تو گالیاں دینے لگ جاتے ہیں یا جانور کو گالیاں دینی شروع کردیتے ہیں - ایسے

لوگ بچوں کے سامنے گالیاں دیتے رہتے ہیں جس سے بچوں کے اخلاق خراب ہو جاتے ہیں۔ تمہیں چاہئے کہ تم مومن بنو اور کوئی ایسا لفظ زبان پر جاری نہ ہو جو فحش ہو۔

(۹) **ناواجب طرفداری** ایک عیب ناواجب طرفداری بھی ہے جو کثرت سے پایا جاتا ہے۔ دو آدمی لڑ رہے ہوں جن میں سے ایک سے کسی کا کچھ رشتہ ہو تو وہ بغیر تحقیقات کے اپنے رشتہ دار کی مدد کرنے لگ جاتا ہے حالانکہ یہ مومن کا کام نہیں ہے۔ ممکن ہے وہی ظالم ہو جس کی طرفداری کر رہا ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا [۱۲] کہ اپنے بھائی کی مدد کرو وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ پوچھا گیا مظلوم کی تو مدد ہوئی ظالم کی مدد سے کیا مطلب ہے؟ فرمایا۔ ظالم کی یہ مدد ہے کہ اس کو ظلم کرنے سے بچا!

تو ناواجب طرفداری سے بچنا چاہئے اس سے انسان بڑے بڑے گناہوں میں مبتلاء ہو جاتا ہے۔ میں اپنے متعلق سناتا ہوں۔ ایک شخص میرے پاس آتا ہے اور اپنی باتیں سناتا ہے کہ فلاں نے مجھ سے یہ کیا وہ کیا اور وہ سمجھتا ہے کہ میں بھی اس کی باتیں سن کر اس شخص سے ناراض ہو جاؤں گا جس سے وہ ناراض ہے۔ مگر جب میری طرف سے وہ کوئی ایسی بات نہیں دیکھتا اور میں اسے کہتا ہوں کہ اچھا میں تحقیقات کروں گا تو کئی ایسے ہوتے ہیں جو دوسروں کو جا کر کہتے ہیں کہ ہم نے خلیفہ کو بھی سنایا مگر اس نے بھی کچھ نہ کیا۔ حالانکہ میرا فرض یہ بھی ہے کہ میں دوسرے کے بیان کو بھی سنوں۔ مگر چونکہ بیجا طرفداری کی مرض اس قدر بڑھی ہوئی ہے اس لئے وہ مجھ سے بھی یہی امید رکھتے ہیں کہ میں بھی ایسا ہی کروں۔

(۱۰) **رشوت** ایک عیب رشوت بھی ہے اور مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بعض لوگ اس میں مبتلاء ہیں۔ یاد رکھو کہ ہر ایک ملازم پر اللہ تعالیٰ اور اس کی طرف سے جس کا وہ ملازم ہے فرض ہے کہ اپنی ملازمت کے حقوق ادا کرے اور رشوت لینے اور دینے والا دونوں گنہگار ہیں [۱۳]۔ رسول کریم ﷺ نے اس کو بہت بڑا عیب قرار دیا ہے اور قرآن کریم میں بھی آتا ہے وَتُدْلُوْا بِهَا اِلَى الْحُكَّامِ [۱۴]۔ اس کے یہ معنی بھی ہیں کہ جھوٹے مقدمے عدالتوں میں نہ لے جاؤ اور یہ بھی کہ رشوت کے ذریعے اپنے کام نہ کراؤ۔ مجھے افسوس کے ساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ بعض محکموں والے اس عیب سے بری نہیں ہیں۔ ہر ایک محکمہ والے اور خاص کر نہر اور پولیس کے محکمہ والوں کو اس سے بچنے کے لئے خاص کوشش کرنی چاہئے۔ ایک شخص نے مجھے خط لکھا کہ میں احمدی ہونا چاہتا ہوں مگر میں چونکہ رشوت لیتا رہا ہوں

اس لئے احمدی ہو کر احمدیت کو بدنام کرنا نہیں چاہتا۔ جن سے میں نے رشوت لی ہے احمدی ہونے سے پہلے ان کو ادا کر دینا چاہتا ہوں۔ اس کے پاس چھ سات سو روپیہ تھا وہ اس نے دیدیا پھر اس نے پوچھا رشوت تو میں نے چار پانچ ہزار لی ہو گی مگر میرے پاس اور روپیہ نہیں کیا میں جدی جائداد بیچ کر ادا کر دوں؟ میں نے اسے لکھا جدی جائداد تو رشوت کے روپیہ سے نہیں بنی اس لئے اگر نہ دو تو حرج نہیں مگر اس نے لکھا کہ بہتر کونسی بات ہے؟ میں نے لکھا بہتر تو یہی ہے کہ جن سے رشوت لی ہے ان کو واپس کر دو چنانچہ اس نے اپنی جائداد گرو رکھ کر رشوت واپس کر دی۔

جو شخص اس عیب میں مبتلاء ہو اس کو ایسی ہی حالت پیدا کرنی چاہئے۔ دیکھو اگر ایک نہر کا پٹواری پانی چھوڑنے سے پہلے رشوت لیتا ہے تو جب وہ تبلیغ کرے گا اس کا کیا اثر ہو گا؟ ایک طرف تو وہ مالی طور پر دوسروں کو نقصان پہنچائے گا دوسری طرف اس کے اس فعل سے احمدیت کی اشاعت میں روک پیدا ہو گی اور اس کو دو گناہ ہوں گے۔

(۱۱) سود لینا اسی طرح سود لینا بھی بڑا حرام ہے اور مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہماری جماعت میں سے بعض لے لیتے ہیں۔ سود لینا مرتے کو مارنا ہوتا ہے کیونکہ جو پہلے ہی غربت کی وجہ سے قرض لیتا ہے اس سے سود لیا جاتا ہے۔ سود دینا بھی عیب ہے مگر لینا اس سے بھی زیادہ عیب ہے غریب اور نادار سے ہمدردی ہونی چاہئے نہ کہ اس پر ظلم کرنا چاہئے!

خدا تعالیٰ کے متعلق معاصی

گناہوں کی تیسری قسم وہ گناہ ہیں جو ہستی باری تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔

۱۔ شرک اس قسم کے گناہوں میں سے ایک گناہ شرک ہے۔ یہ گناہ عورتوں میں زیادہ پایا جاتا ہے اور بعض مردوں میں بھی وہ سجدہ کرنے لگ جاتے ہیں۔ آج ہی ایک شخص نے باوجود روکنے کے سجدہ کر ہی دیا۔ اسی طرح عورتوں میں سے بھی کئی اس کا ارتکاب کرتی ہیں۔ ہماری جماعت کے مردوں اور عورتوں کو چاہئے کہ کلی طور پر اس کو اپنے دلوں سے نکال دیں اور شرک ہر اس توکل کا نام ہے جو خدا کے سوا دوسروں پر کیا جائے۔

۲۔ کفر پھر کفر کا گناہ بھی خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتا ہے مگر کفر یہی نہیں ہے کہ کوئی شخص سارے نبیوں کو نہ مانے بلکہ قدر اور قیامت پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص خدا تعالیٰ، رسولوں اور ملائکہ پر تو ایمان رکھے مگر قیامت پر نہ رکھے تو وہ کفر کا مرتکب ہو گا۔

اسی طرح کوئی شخص خدا تعالیٰ ' رسولوں ' ملائکہ اور قیامت پر ایمان رکھے مگر ان کی حقیقت پر ایمان نہ رکھتا ہو تو وہ بھی مومن نہیں ہو سکتا- پس ان کی حقیقت پر ایمان لاؤ تا کہ تم کو فائدہ ہو- ہر ایک بات جو خدا تعالیٰ ' ملائکہ ' رسولوں اور قیامت اور قدر کے متعلق ہو مگر تم اس کو پھیر کر اپنی منشاء کے ماتحت لاتے ہو اور اس کی ایسی تشریح کرتے ہو جس سے ان کی حقیقت بالکل مٹ جاتی ہے اور صرف مجاز باقی رہ جاتا ہے تو یہ کفر ہے- اس قسم کی سب باتوں سے بچنا چاہئے-

۳- کلام الٰہی کے متعلق شبہات

پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ نازل ہو اس کے متعلق شبہات کرنا بھی گناہ ہے مگر عام لوگ وساوس اور شبہات اپنے دل میں رکھتے ہیں- یہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ناانصافی ہے اگر کوئی شبہ ہو تو اس کو حل کرنا اور اپنے دل سے دور کر دینا چاہئے- کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ شبہات کا حل تلاش کرنے سے تمہارے عقائد پر زد پڑے گی اگر یہ بات ہے تو ایسے مذہب کو چھوڑ دو ورنہ تحقیقات کر کے دور کرو-

۴- مایوسی

اسی طرح مایوسی بھی گناہ ہے اور خدا تعالیٰ پر بہت بڑا اتہام ہے- بہت لوگ ہوتے ہیں جو مصائب کے وقت خیال کر لیتے ہیں کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا مگر مومن کو کبھی مایوس نہیں ہونا چاہئے- اگر تلوار بھی کسی کی گردن پر رکھی ہو اور دشمن اس سے پوچھے کہ اب بھی تو اس سے رہا ہو سکتا ہے یا نہیں؟ تو مومن یہی کہے کہ اب بھی رہا ہو سکتا ہوں- بعض اوقات بظاہر انتہائی ناکامی سمجھی جاتی ہے مگر اس حالت میں بھی کامیابی ہو جاتی ہے اور بعض اوقات انسان خیال کر لیتا ہے کہ میری کامیابی میں کوئی شبہ ہی نہیں مگر وہ ناکام ہو جاتا ہے- بچپن میں ہم مدرسہ کی کتابوں میں ایک واقعہ پڑھا کرتے تھے- ایک آدمی تھا جو بہت امیر ہو گیا اس کے بڑے اچھے کھیت تھے جن میں بہت پیداوار ہوتی تھی- ایک دن وہ بڑا خوش ہو رہا تھا کہ اس نے چائے منگوائی ابھی اس نے پی نہ تھی کہ اس کو کسی نے آکر کہا سؤر کھیت خراب کر رہا ہے اس نے چائے نہ پی اور ہتھیار لے کر سؤر کو مارنے کیلئے چلا گیا- مگر سؤر نے اس پر ایسا حملہ کیا کہ اسے مار ہی دیا اور وہ چائے نہ پی سکا-

یہ واقعہ تو امید میں ناامیدی کی مثال ہے- مگر خدا تعالیٰ بظاہر ناامیدی کی حالت میں جس طرح اپنے بندوں کی حفاظت کرتا ہے اس کی بھی حیرت انگیز مثالیں ہیں- ایک دفعہ رسول کریم ﷺ لشکر سے علیحدہ ہو کر ایک درخت کے نیچے لیٹے ہوئے تھے کہ ایک کافر آیا اور آپؐ کی تلوار

اٹھالی۔ تلوار کھینچ کر اس نے آپ کو جگایا اور کہنے لگا بتا اب تجھے کون بچا سکتا ہے؟ رسول کریم ﷺ نے لیٹے لیٹے فرمایا مجھے اللہ بچا سکتا ہے۔ اس آواز کا اثر اس پر بجلی کی طرح ہوا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ آپؐ نے اس کا امتحان لینے کے لئے کہ میرے الفاظ کا اس پر بھی کچھ اثر ہوا ہے یا نہیں۔ تلوار اٹھالی اور پوچھا بتا اب تجھے کون بچا سکتا ہے؟ اس نے کہہ دیا آپؐ ہی بچائیں تو بچا سکتے ہیں۔ گویا اس نے سبق سن کر بھی کچھ نہ سیکھا۔ آپؐ نے اسے کہا یہ نہ کہو۔ خدا ہی تم کو بھی بچا سکتا ہے اور چھوڑ دیا[۱۵]

ایک شخص نے مجھے لکھا کہ میرے حساب کی پڑتال ہونے والی ہے اور کچھ ایسی فرو گذاشتیں ہو گئیں ہیں کہ ان کی وجہ سے مجھے بہت سا روپیہ بھرنا پڑے گا حالانکہ واجب الاداء نہیں ہے آپ دعا کریں کہ خدا تعالیٰ مجھے بچائے۔ میں نے اس کے لئے دعا کی اور مجھے معلوم ہوا کہ دعا قبول ہو گئی ہے۔ اور میں نے اس کو لکھ دیا کہ مایوس نہ ہو خدا تعالیٰ تمہیں بچا لے گا۔ پھر جب تحقیقات مکمل ہو چکیں اور اس کے ذمہ روپیہ نکالا گیا تو اعلیٰ افسر نے بلا کاغذات کے دیکھنے کے لکھ دیا کہ اس تحقیقات کو داخل دفتر کر دو۔ پس مایوس کبھی نہ ہونا چاہئے خواہ کیسی مشکلات میں گھر جاؤ۔

ذاتی گناہ بندوں اور خدا سے بھی تعلق رکھتے ہیں

یاد رکھنا چاہئے کہ ذاتی گناہ جو میں نے بتائے ہیں وہ نمبر ۲ اور نمبر ۳ کے بھی گناہ ہوتے ہیں یعنی وہ دوسروں سے بھی تعلق رکھتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے متعلق بھی گناہ ہوتے ہیں۔ مثلاً جو شخص کوئی ذاتی گناہ کرتا ہے وہ ایک رنگ میں دوسروں کے متعلق بھی گناہ کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کا بھی۔ جیسے متعدی امراض ہوتی ہیں اگر ایک کو طاعون ہو تو گو اس کی ذات کو یہ مرض ہوتا ہے مگر اس کی وجہ سے دوسروں کو بھی طاعون ہو سکتی ہے۔ اسی طرح اگر ایک شخص میں عیب ہو تو اس کے عیب کا اثر ہم پر ہمارے بچوں اور بیویوں پر بھی پڑ سکتا ہے۔ پس ذاتی گناہ کرنے والا یہ نہیں کہہ سکتا کہ دوسروں کو کیا؟ میں اپنی ذات کے متعلق یہ گناہ کرتا ہوں۔ دوسروں کو بھی کچھ ہے کیونکہ اس کے ذاتی گناہ کا اثر دوسروں پر بھی پڑتا ہے۔

اکتساب عمل خیر

اس وقت تک جو کچھ میں نے بیان کیا ہے وہ مختلف قسم کے گناہوں سے بچنے کے متعلق ہے اور یہ روحانیت کے لئے ضروری ہے۔ اب دوسری بات بیان کرتا ہوں جو روحانیت پر اثر ڈالنے والی ہے اور وہ اکتساب عمل خیر ہے۔

گناہ سے بچنا اور نیکی کرنا الگ الگ ہیں عام لوگ یہ نہیں سمجھ سکتے کہ گناہ سے بچنا اور نیکی کرنا الگ الگ باتیں ہیں- وہ سمجھتے ہیں ایک ہی بات ہے مگر کسی کا حق نہ مارنا اور کسی کو اپنے پاس سے کچھ دے دینا دونوں باتیں ایک کس طرح ہو سکتی ہیں؟ حضرت مسیح موعودؑ سناتے ہیں- ایک شخص کسی کے ہاں مہمان آیا میزبان نے اس کی بڑی خاطر کی لیکن اس کی بیوی چونکہ بیمار تھی اس لئے اس نے یہ خیال کر کے کہ پوری پوری خاطر تواضع نہیں ہو سکی- جب مہمان جانے لگا تو معذرت کی کہ مجھے افسوس ہے میں آپ کی اچھی طرح خاطر نہیں کر سکا- آگے مہمان انہی لوگوں میں سے تھا جو برائی نہ کرنا اور نیکی کرنا ایک ہی سمجھتے تھے وہ کہنے لگا آپ مجھ پر کوئی احسان نہ جتائیں- میزبانوں کی عادت ہوتی ہے کہ مہمانوں پر احسان جتانے لگ جاتے ہیں- اگر آپ نے میری خاطر کی ہے تو میں نے بھی کوئی معمولی کام نہیں کیا- جس کمرہ میں ٹھہرا ہوا تھا اس میں آپ کا اتنا اسباب پڑا تھا تم ہر وقت میرے پاس نہ رہتے تھے اگر میں اس سامان کو آگ لگا دیتا تو پھر تم کیا کرتے؟

یہ نیکی کرنے اور بدی نہ کرنے کو ایک ہی سمجھنے کی مثال ہے- جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں وہ ترقی سے محروم ہو جاتے ہیں-

چونکہ ارادہ ہے کہ اس لیکچر کو اسی وقت ختم کر دوں اور چونکہ میں بیمار رہا ہوں- اسی ماہ کی ۲۰-۲۱ تاریخ کو جلاب لیا تھا اور ابھی تک ہاتھ پر فالج کی طرح کا اثر ہے اور کل کے لیکچر کے لئے ابھی نوٹ بھی لکھنے ہیں اس لئے لیکچر کو اور مختصر کئے دیتا ہوں اور نفس کی نیکیاں گنا دیتا ہوں-

ذاتی نیکیاں نفس کی نیکیاں یہ ہیں-

شجاعت، چستی، علم، تواضع، غیرت، شکر، حسن ظنی، دلی خیر خواہی نہ کہ عملی خیر خواہی، یہ نیکیوں کی جان ہیں اور ذاتی نیکیاں ہیں-

بنی نوع انسان سے تعلق رکھنے والی نیکیاں

اب میں بنی نوع سے تعلق رکھنے والی نیکیاں بیان کرتا ہوں :-

۱- **ہمدردی** اور خیر خواہی یعنی دل میں بھلائی چاہنا یعنی کسی کے پاس جا کر اسے بتانا کہ مجھے آپ سے ہمدردی ہے- اس سے بڑا فائدہ ہوتا ہے- اس سے ٹوٹی ہوئی ہمتیں

بندھ جاتی ہیں اور انسان کام کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اگر کسی کو ایک ہزار روپیہ دے دو تو اس سے اتنا فائدہ نہیں ہوتا جتنا مصیبت کے وقت ہمدردی کے اظہار سے ہوتا ہے۔

۲- سخاوت
یہ ان اعلیٰ درجہ کی نیکیوں میں سے ہے جو دوسروں سے تعلق رکھتی ہیں۔

۳- تعلیم دینا
تعلیم بھی ایسی ہی نیکی ہے۔ اس سے یہ مراد ہے کہ لوگوں کو علم پڑھایا جائے۔ لوگوں میں یہ بہت بڑا عیب ہو گیا ہے کہ بغیر کچھ لئے کسی کو نہیں پڑھاتے اور جب میں سنتا ہوں کہ کوئی بغیر کچھ لئے کسی کو پڑھانا نہیں چاہتا تو مجھے بہت صدمہ ہوتا ہے۔ حضرت خلیفہ اول بھی ڈیوٹی مانگنے پر ناراض ہوا کرتے تھے۔ ہر ایک مومن کو چاہئے کہ کچھ نہ کچھ مفت ضرور پڑھایا کرے۔ اگر کوئی مدرس ہے تو اسے نوکری کے علاوہ مفت بھی پڑھانا چاہئے۔

۴- تربیت
تربیت بھی ان احسانوں میں سے ایک احسان ہے جو انسان دوسروں پر کر سکتا ہے اس سے بھی دریغ نہیں کرنا چاہئے۔

۵- علاج معالجہ
یہ بڑا فائدہ پہنچانے کی چیز ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ اس کو بڑی قدر کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ایک دفعہ گھر میں حضرت مولوی صاحب کا ذکر آیا تو آپؑ ان کا نام لیکر دیر تک اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کرتے رہے۔ اور فرمایا مولوی صاحب بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہیں ان کے ذریعے کئی غریبوں کا علاج ہو جاتا ہے۔ علاج تو دوسروں کا ہوتا تھا مگر شکر آپؑ کر رہے تھے۔

یورپ کے لوگ جو متمدن لوگ ہیں انہوں نے اس قسم کی کمیٹیاں بنائی ہوئی ہیں جن کے ممبر فرسٹ ایڈ سیکھتے ہیں یعنی ابتدائی طریق علاج۔ اگر کسی کو کوئی تکلیف پہنچے یا کوئی حادثہ ہو جائے تو قبل اس کے کہ ڈاکٹر آئے وہ فوری طور پر کچھ نہ کچھ علاج معالجہ کرتے ہیں۔ مگر مجھے افسوس آتا ہے کہ ہماری جماعت کے لوگ اس طرح نہیں کرتے۔ ہماری جماعت کے لوگوں کو سب کاموں میں حصہ لینا چاہئے۔ مثلاً کسی کو چوٹ لگے تو اس کی مدد کرنا' ڈوبتے کو بچانا' مصیبت کے وقت امداد دینا ہر جگہ اس قسم کا انتظام ہونا چاہئے۔ یورپ کے لوگ تو اس قسم کی باتیں محض اپنے نفس کے ماتحت کرتے ہیں پھر کس قدر افسوس ہے اگر مسلمان خدا تعالیٰ سے سن کر بھی یہ کام نہ کریں۔ مصیبت میں دوسروں کے کام آنا مومن کی شان ہے اور تم کوشش کرو کہ یہ روح تم میں پیدا ہو جائے۔

۶- کام کاج

اسی طرح کام کاج بھی ایسی بات ہے- یہ بھی ایک قسم احسان کی ہے اور سخاوت سے علیحدہ ہے- اس سے غریبوں سے مؤانست اور محبت پیدا ہو جاتی ہے- اور ان سے تعلق ہوتا ہے- ایسے کاموں کو انعام سمجھنا چاہئے جیسے جلسہ کے کام کاج ہیں- میں نے اپنے بچے ناصر احمد کو جلسہ کے چھوٹے موٹے کام کرنے کے لئے بھیجا تھا اگرچہ افسروں نے اسے دفتر میں لگالیا- میرے خیال میں اسے مہمانوں کو روٹی کھلانے پر لگانا چاہئے تھا یا اس سے بھی کوئی ادنیٰ کام ہوتو اس پر لگانا تھا پھر وہ ترقی کرتا کرتا آگے بڑھے- بہت لوگ ایسے کاموں سے بچتے ہیں مگر ایسا نہیں کرنا چاہئے- ایسے کاموں سے اخلاق پر بہت عمدہ اثر ہوتا ہے اور بہت سی نفس کی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں- کئی امیر ایسے ہوتے ہیں جو روپیہ تو دے دیتے ہیں لیکن کام کاج کرنے کے لئے اگر کہا جائے تو نہیں کر سکتے- آنحضرت ﷺ خود دوسروں کے کام کر دیا کرتے تھے- صحابہؓ کی زندگیوں میں بھی اس کے بہت سے نمونے ملتے ہیں- پس یہ عادت بھی ڈالو کہ دوسروں کے چھوٹے موٹے کام کر دیا کرو- یہ باہم محبت بڑھانے کا بہت عمدہ ذریعہ ہے-

۷- مظلوم کی امداد

پھر ایک نیکی مظلوم کی امداد ہے- رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے- کہ بعض ملک اس لئے تباہ ہو گئے کہ ان میں مظلوم کی امداد نہ کی جاتی تھی [۱۶]- اور آپؐ نے عیسائیوں کی یہ خوبی بیان فرمائی ہے کہ اگر بادشاہ ظلم کرنے لگے تو اسے روک دیتے ہیں [۱۷]-

۸- تہمت کا ذب

ایک نیکی یہ بھی ہے کہ تہمت کا ذب کیا جائے- یعنی اگر کوئی کسی پر تہمت لگائے تو اس کو ردّ کر دینا چاہئے- یہ بھی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے- اور تہمت کی تائید کرنا بڑا گناہ ہے- سورہ نور میں مومن کا خاصہ یہ بتایا گیا ہے کہ وہ تہمت کا ذب کرتا ہے اور کہتا ہے سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ [۱۸] پس مومن کو حسن ظنی کرنی چاہئے نہ کہ بد ظنی بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے یہ حسن ظنی کی کہ جو بات کسی نے سنائی اسے مان لیا اور بیان کرنے والے کو جھوٹا نہ سمجھا مگر ہم کہتے ہیں اس طرح تم نے بد ظنی ہی کی- جو شخص موجود نہ تھا اس کے خلاف بات سن کر یقین کر لینا بد ظنی ہے- دیکھو زید نے ایک شخص کی شکایت تمہارے پاس آکر کی اور وہ تمہارے پاس موجود نہیں اب اگر تم زید کی بات سن کر اس پر یقین کر لیتے ہو اور جس کے متعلق وہ بات ہے اس کا بیان نہیں سنتے تو یہ بد ظنی ہے اور کسی کا عیب بیان کرنا شریعت کا جرم ہے اس لئے ایسی بات کو مان لینا حسن ظنی نہیں- ایسے موقع پر یہی ضروری ہے کہ

جس کا جرم تمہارے نزدیک ثابت نہیں اس کو بری سمجھو اور جو کسی کا عیب بیان کرتا ہے اس کا جرم تمہارے نزدیک ثابت ہے۔ پس تہمتوں کو دور کرنا بھی نیکی ہے۔ تم ہمیشہ تہمت کاذب کرو اس سے حسن ظنی پیدا ہوتی ہے۔

۹۔ **خوش چہرہ سے ملنا** لوگوں سے خوش چہرہ سے ملنا بھی نیکی ہے اور اس کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے بھی اس کو خاص طور پر بیان کیا ہے۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ مجھ سے مصافحہ کرنے والا میرا ہاتھ مروڑ دیتا ہے مگر میں اس وقت بھی مسکراتا ہوں تاکہ اس کو رنج نہ پہنچے۔ پس یہ ایک ایسی نیکی ہے جس سے دوسری بہت سی نیکیاں پیدا ہوتی ہیں اور بہت سی بدیاں دور ہو جاتی ہیں۔

۱۰۔ **محبت سے کلام** پھر محبت سے کلام کرنا بھی نیکی ہے۔ بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں جو کسی کا کام تو کر دیں گے مگر محبت سے بات نہیں کر سکیں گے ایسے لوگوں کے لئے محبت سے بات کرنا بھی نیکی ہے۔

برمکی وزیر کے متعلق ایک شخص لکھتا ہے کہ میرے باپ اور اس کے باپ کی باہمی دشمنی تھی مجھے ایک حاجت پیش آئی چونکہ اس کی داد و دہش عام تھی اس لئے میں بھی اس کے پاس گیا اور اپنی حاجت بیان کی۔ وہ نہایت تُرش رُو ہو کر اٹھ گیا اور اس نے میری بات بھی نہ پوچھی لیکن میں جب واپس آگیا تو میں نے دیکھا کہ خچریں روپوں سے لدی ہوئی اس نے میرے ہاں بھیج دیں۔ ان پر اتنا روپیہ تھا کہ قرضہ اتار کر بھی میرے پاس بچ رہا۔ دیکھو اس نے روپے تو بھیج دیئے اور یہ بڑی نیکی کی مگر اس سے محبت کے ساتھ بات نہ کر سکا اور اسلامی نقطہ خیال سے اس نے یہ گناہ کیا۔

۱۱۔ **دوسروں کے حقوق اور مال کی حفاظت** لوگوں کے حقوق اور مال کی حفاظت کرنا بھی نیکی ہے۔ عام لوگ اس میں بھی کوتاہی کرتے ہیں اور اپنی جگہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نے تو کوئی گناہ نہیں کیا۔ مثلاً کسی کا کھیت جانور چر رہے ہوں اگر کھیت والا وہاں نہیں تو اس کی حفاظت کرنا نیکی ہے اور مومن کا فرض ہے کہ اس وقت خود اس کھیت کا مالک بن جائے اور اس کی حفاظت کرے کیونکہ دراصل مال تو خدا ہی کا ہے۔

۱۲۔ **یتامیٰ اور بیواؤں سے سلوک** یہ بھی نیکی ہے۔ یتامیٰ سے وہ مراد ہیں جن کے وارث اٹھ گئے ہوں۔ بندے تو سارے خدا ہی

کے ہیں اس لئے جو یتیم رہ گیا وہ گویا خدا کے بندوں میں سے ایک بندہ بے نگران ہو کے رہ گیا- پھر کیا خدا کے دوسرے بندے کا جو نگرانی کر سکتا ہے یہ فرض نہیں کہ خدا کے اس بندہ کی جو حفاظت کا محتاج ہے حفاظت کرے؟ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ایک آقا کے کئی نوکر ہوں اور ایک نوکر اونٹ چراتا ہو مگر وہ موجود نہ ہو تو کیا اس وقت دوسرے نوکر کا فرض نہیں ہے کہ آقا کے اونٹ کی حفاظت کرے؟ اس کا فرض ہے کہ وہ یہ نہ سمجھے کہ جس کے سپرد اونٹ تھا اس کے ذمہ اس کی حفاظت ہے بلکہ وہ اپنا یہ فرض سمجھے کہ اس کی حفاظت کرنی ہے- اسی طرح یتامیٰ کی پرورش اور حفاظت ہر ایک مومن کا فرض ہے اور یہ بڑی نیکی ہے- اسی طرح بیوہ عورتوں کی اعانت بھی ضروری ہے-

اب میں وہ نیکیاں بیان کرتا ہوں- جو خدا تعالیٰ کے متعلق ہیں-

خدا تعالیٰ سے تعلق رکھنے والی نیکیاں

نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دین کے لئے چندہ دینا ایسی نیکیاں ہیں- جو خدا تعالیٰ کے متعلق ہیں بہت لوگ ان میں سستی کر جاتے ہیں-

۱- نماز

اس میں ناغہ قطعاً جائز نہیں ہے- اگر کوئی انسان اس میں ایک بھی ناغہ کرتا ہے تو اسے توبہ کر کے پھر نئے سرے سے مسلمان بننا پڑے گا- بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم گھر پر پڑھ لیتے ہیں مگر وہی نماز فائدہ دے سکتی ہے جو جماعت کے ساتھ پڑھی جائے- گھر پر نماز پڑھنے والے کو رسول کریم ﷺ نے منافق قرار دیا ہے [19]- میں افسوس سے کہتا ہوں کہ احمدیوں کے متعلق بھی بعض جگہ شکایت ہے کہ وہ باقاعدہ جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے- یہاں بھی دو تین شخص ایسے ہیں جو جماعت کے ساتھ نہیں پڑھتے ان کے لئے بھی اور باہر کے لوگوں کے متعلق بھی کہا گیا ہے کہ سختی سے انتظام کیا جائے اور اگر وہ اپنی حرکت سے باز نہ آئیں تو ان کو اس کی سزا دی جائے- احمدیت سے الگ کرنا اور بات اور جماعت سے الگ کرنا اور بات ہے- احمدیت سے ہم کسی کو نہیں نکال سکتے کیونکہ احمدیت تو ایمانیات اور عقائد سے تعلق رکھتی ہے اور جب تک کوئی شخص ان عقائد کا اقرار کرتا ہے اسے کس طرح نکالا جا سکتا ہے؟ لیکن جماعت سے ہم الگ کر سکتے ہیں اور اس کے یہ معنی ہیں کہ ہم اعلان کر دیں کہ اس کے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہیں- پس باجماعت نماز کی پابندی کرو اور اسے بہت ضروری سمجھو-

۲- روزہ ۳- حج ۴- چندہ
اسی طرح روزہ اور حج میں بہت لوگ سستی کرتے ہیں۔ زکوٰۃ کی ادائیگی میں بھی بہت پابندی نہیں کرتے- چندہ بھی سارے اچھی طرح ادا نہیں کرتے- زمینداروں نے تو چندہ میں اس سال بہت سستی اختیار کر لی ہے ایک ضلع جس نے پچھلے سال چھ ہزار چندہ دیا تھا اس سال اس نے چار اور پانچ ہزار کے درمیان دیا ہے مگر وہ یاد رکھیں ہم انہیں چھوڑیں گے نہیں- علاوہ آئندہ چندہ وصول کرنے کے پچھلا بھی وصول کریں گے- میری نیت یہ ہے کہ جنہوں نے چندہ خاص میں حصہ نہیں لیا ان سے سوایا چندہ وصول کیا جائے کیونکہ انہوں نے تساہل کیا ہے اور تساہل اسی طرح دور ہو سکے گا- حضرت مسیح موعود ایک بزرگ کے متعلق سناتے تھے کہ ان سے کسی نے پوچھا- زکوٰۃ کتنے مال پر دینی چاہئے انہوں نے کہا تمہارے لئے چالیس روپیہ پر ایک روپیہ اور میرے لئے چالیس پر اکتالیس روپے اور یہ اس لئے کہ میں نے کیوں چالیس روپے اپنے پاس جمع کئے- پس جن لوگوں نے وقت پر مطلوبہ چندہ ادا نہیں کیا ان سے اب سوایا لیا جائے گا اور ان کو شوق سے ادا کرنا چاہئے- یہ خدا کے مقرر کردہ فرائض ہیں ان میں کوتاہی کیسی؟ اور تم یہ مت سمجھو کہ تمہارے مال ضائع جاتے ہیں- ایک ایک پائی جو تم دیتے ہو خدا کے بنک میں جمع ہو رہی ہے جو سود در سود کے ساتھ تمہیں ملے گی- سود کو خدا تعالیٰ اپنی غیرت کے مقابلہ میں لاتا ہے کہ صرف میں ہی غنی ہوں اور میں ہی سود دے سکتا ہوں اور کوئی چونکہ غنی نہیں بلکہ سب فقیر ہیں اس لئے اور کوئی سود نہیں دے سکتا اور اگر کوئی سودی لین دین کرتا ہے تو گناہ کرتا ہے- پس ڈرو نہیں اور گھبراؤ نہیں وہ دن قریب ہیں بلکہ دروازہ پر ہیں جب ملک تم کو دیئے جائیں گے اور بادشاہ سلسلہ میں داخل ہوں گے- اس بات کا مجھے کوئی فکر نہیں ہاں ڈر ہے تو اس بات کا کہ وہ لوگ جو اب دین کے لئے قربانی کرنے سے پہلو تہی کرتے ہیں اور چندے دینے میں پیچھے ہیں وہی آگے ہوں گے اور کہیں گے ہمیں بھی ان انعامات میں سے حصہ دو- جیسا کہ رسول کریم ﷺ کے وقت میں ہوا- پس خدا تعالیٰ کے بڑے بڑے فضل آنے والے ہیں اور یقیناً وہ آئیں گے اس لئے ان دنوں سے فائدہ اٹھاؤ اور خدمات دین میں بڑھ چڑھ کر حصہ لو- بے شک اپنے مربعے بڑھاؤ- مگر خدا تعالیٰ کے ہاں بھی مربعے پیدا کرو-

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق جو نیکیاں اور اللہ تعالیٰ کے متعلق جو بدیاں بیان کی گئی ہیں- یہ سمجھانے کے لئے کہی گئی ہیں ورنہ یہ نہیں کہ ان بدیوں سے خدا تعالیٰ کو کوئی

نقصان پہنچتا ہے یا ان نیکیوں سے اس کا کوئی فائدہ ہے یہ سب کچھ بندوں کے لئے ہی ہے۔

محبت الٰہی

تیسری چیز جو انسان کے لئے ضروری ہے وہ محبت الٰہی ہے۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ پہلے یہ ضروری ہے کہ ہم خود مرض سے محفوظ رہیں اور دوسرے یہ کہ دوسروں کو محفوظ رکھیں اور آئندہ کے لئے مرض کا سدباب کر دیا جائے تا کہ اس کے پیدا ہونے کا خطرہ نہ رہے اس کے بعد جو ضروری امر ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو۔ یہ آئندہ کے لئے برائیوں کا سدباب کر دیتی ہے اور روحانی ترقیات کے لئے محبت الٰہی کا ہونا ضروری ہے۔ صرف نماز روزہ ہی کافی نہیں بلکہ محبت الٰہی ہونی چاہئے۔ اور جتنی یہ محبت تیز ہوگی اتنی ہی برائیوں کی آگ سرد ہو جائے گی اور یہ محبت اتنی تیز ہونی چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے سوا اور کوئی چیز سامنے ہی نہ آئے اور اس وقت تک صبر نہ آئے جب تک خدا تعالیٰ کو نہ پالیا جائے۔

ایک دوسرے کا تعاون

مگر یاد رکھو یہ تینوں باتیں اس وقت تک نہیں ہو سکتیں جب تک ایک دوسرے کی مدد نہ کی جائے اور جب تک آپس میں تعاون نہ ہو۔ اس کی موٹی مثال یہ دیکھ لو کہ جو جذبات انسانوں میں پیدا کئے گئے ہیں وہ جانوروں میں نہیں ہیں۔ مثلاً ایک گھوڑی کا بچہ جب بڑا ہو جائے تو وہ اپنی ماں سے بلا حجاب کے مل لے گا یا اسے گھوڑی سے علیحدہ کر دو اور کہیں لے جاؤ تو چند دن تو گھوڑی اس کو یاد کرے گی مگر پھر بھول جائے گی۔ لیکن اگر انسان کا بچہ کوئی لے جائے تو ماں باپ ساری عمر روتے رہیں گے۔ جیسے حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ کو یاد کرتے رہے۔ مرنے والے بچے کے متعلق ماں باپ ساری عمر نہیں روتے رہیں گے اور اس کے متعلق انہیں صبر آجائے گا کیونکہ سمجھیں گے کہ وہ خدا کے پاس چلا گیا مگر جو گم ہو گیا ہو اس کے متعلق روتے رہیں گے کیونکہ خیال کریں گے نہ معلوم وہ کیسی دکھ کی حالت میں ہو۔ اس قسم کے جذبات سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایک دوسرے سے تعاون کے لئے انسان کو پیدا کیا ہے۔

دینی طور پر اس کی مثال یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ ایک نبی بھیجتا ہے تا کہ لوگوں میں ان کی وجہ سے تعاون کا احساس رکھے۔

پس یہ باتیں جو میں نے بیان کی ہیں۔ ان کو تم کبھی حاصل نہیں کر سکتے جب تک ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو۔

یہ صحیح ہے کہ انتظامی پابندی پہلے پہل بری لگا کرتی ہے اور تکلیف دہ معلوم ہوتی ہے لیکن

جب اس کے عادی ہو جائیں تو نہ صرف یہ کہ وہ تکلیف دہ نہیں ہوتی بلکہ اس کے فوائد محسوس ہونے لگتے ہیں۔ دیکھو یورپ کے لوگ متقی نہیں لیکن چونکہ ان کو انتظام اور ضابطہ کی عادت ہوتی ہے اس لئے ہر کام وہ انتظام کے ماتحت کریں گے۔ اگر سٹیشن پر آئیں گے تو ایک دوسرے کے ساتھ ایک قطار میں کھڑے ہوتے جائیں گے اور ٹکٹ لینے میں خواہ کتنی دیر لگے پہلے کھڑے ہونے والوں سے آگے نہیں بڑھیں گے۔ ہمارے ہاں چونکہ انتظام کے ماتحت کام کرنے کی مشق نہیں ہوتی اس لئے گو وہ متقی زیادہ ہوتے ہیں مگر کام میں گڑبڑ ڈال دیتے ہیں۔ وجہ یہ کہ تربیت نہیں ہوتی اور یہ احساس نہیں ہوتا کہ انتظام کی قدر کرنی چاہئے۔ تو تربیت کا بڑا اثر ہوتا ہے اور یہ بغیر تعاون کے نہیں ہو سکتا اس لئے تعاون ضروری ہے۔ مگر ایک تعاون بے قاعدہ ہوتا ہے۔ مثلاً ایک گھر کے سارے آدمی کہہ دیں کہ ہم سب پہرہ دیں گے یہ تعاون تو ہو گا مگر بے قاعدہ اور اس سے فائدہ نہ ہو گا کیونکہ جب سارے کے سارے ایک کام میں لگ جائیں گے تو باقی کام نہ ہو سکیں گے لیکن اگر انتظام کے ساتھ تعاون کریں گے تو کوئی کسی کام کو کرلے گا کوئی کسی کو اور اس طرح سب کام ہو جائیں گے۔ پس تعاون کے لئے ضروری ہے کہ سب مل کر ایک انتظام کے ماتحت ایک دوسرے کی مدد کریں اسی لئے یہاں مختلف محکمے بنائے گئے ہیں اور جب تعاون کیا جائے گا تو اس کے لئے قانون بھی بنانے پڑیں گے اور قانون ابتداء میں برے لگا کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کی وجہ سے بعض ایسی پابندیاں کرنی پڑتی ہیں جن کی طبیعت عادی نہیں ہوتی۔

تربیت چھوٹی عمر میں ہو

آج ہی میں نے عورتوں میں جو لیکچر دیا ہے اس میں ان کو بتایا کہ بچوں کی چھوٹی عمر میں ہی تربیت کرو ورنہ بعد میں ان کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ اور امریکہ کا ذکر کیا کہ وہاں ایک صاحب مسلمان ہوئے ہیں وہ فوج کے افسر تھے ان کے بچے عیسائی ہیں انہوں نے ناصر احمد کو لکھا ہے کہ اگر میرے بچوں کے نام تمہارا خط آئے گا تو ان پر اثر ہو گا تم ان کو خط لکھو اور یہ بھی لکھا ہے کہ میں تمہاری تصویروں کے مطابق نماز پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں مگر ایک جگہ بہت مشکل پیش آتی ہے اور وہ التحیات بیٹھنے کی حالت ہے۔ میں نے انگریز نو مسلموں کو نماز سکھانے کے لئے جو کتاب لکھی ہے اس میں نماز کی مختلف حالتوں میں ناصر احمد کے فوٹو دیئے گئے ہیں تاکہ ان کو دیکھ کر ان کے مطابق نماز ادا کریں اسی وجہ سے اس نے ناصر احمد کو خط لکھا۔ جن لوگوں کو بچپن سے اس حالت میں بیٹھنے کی عادت نہیں ہوتی ان کو تکلیف ہوتی ہے۔ تو کسی بات کا عادی ہونا بھی ضروری ہے۔ بے شک ابتداء میں غلطیاں بھی ہوتی

ہیں اور قانون بھی مشکل نظر آتا ہے مگر اس وجہ سے نظام سے ڈرنا نہیں چاہئے اور انتظام کے ماتحت کام کرنا چاہئے۔

منتظمین کو ہدایت

لیکن جس طرح ہم چاہتے ہیں کہ لوگ انتظام کی قدر کریں اسی طرح انتظام کرنے والوں کو بھی چاہئے کہ لوگوں کی مشکلات اور ان کے جذبات کا خیال رکھیں۔ ہر جگہ امور عامہ کا صیغہ ہو جو لوگوں کی نگرانی رکھے' اشاعت اسلام کا محکمہ ہو' تعلیم و تربیت کا محکمہ ہو۔ شروع شروع میں اس انتظام میں دقتیں ہوں گی اور لڑائیاں جھگڑے بھی زیادہ ہوں گے مگر آخر میں انتظام اچھا ہو جائے گا اور کام خوش اسلوبی سے چلنے لگ جائے گا۔

ججوں کے لئے مشکلات

اس وقت تو ججوں کو بعض اوقات فیصلہ میں بڑی دقت پیش آتی ہے۔ کچھ عرصہ کی بات ہے کہ ایک لڑکی کی شادی اس کی ماں نے اس کی نابالغی کی حالت میں کر دی تھی بالغ ہونے پر لڑکی نے فسخ نکاح کی درخواست محکمہ قضاء میں دی۔ اس عورت نے قاضی کے متعلق خیال کر لیا کہ فیصلہ میرے خلاف کرے گا وہ اس کے گھر گئی اور جا کر کہہ دیا کہ مجھے تمہارا فیصلہ منظور نہ ہو گا۔ جج بھی نیا تھا اس نے کہہ دیا کہ اگر تمہیں میرا فیصلہ منظور نہیں تو میں اس مقدمہ کی تحقیقات میں اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ میں نے اس عورت کو بہت سمجھایا کہ جج کو فیصلہ کرنے دو۔ مگر وہ یہی کہتی رہی کہ فیصلہ میرے حق میں ہونا چاہئے یعنی طلاق ملنی چاہئے۔ فیصلہ تو یہی ہونا تھا کیونکہ میرے نزدیک ایسی حالت میں لڑکی کو اختیار ہے کہ خاوند کے گھر جانے سے قبل طلاق لے لے۔ مگر انتظام کا تقاضا یہ تھا کہ فیصلہ ہونے سے قبل اسے یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ تمہارے حق میں ہی فیصلہ ہو گا کیونکہ اعلیٰ جج کو حق نہیں ہوتا کہ عدالت ماتحت کے فیصلہ سے پہلے اپنے خیالات کا اظہار کر دے تاکہ ان پر اس کی رائے کا اثر نہ ہو۔ اس پر اس عورت نے اپنے کسی رشتہ دار کو جو غیر احمدی تھا خط لکھا اور اس نے مجھے لکھا کہ تم بڑے ظالم ہو وغیرہ وغیرہ۔

تو اس قسم کی دقتیں شروع میں ہوتی ہیں مگر ان کی پرواہ نہیں ہونی چاہئے۔ بعض لوگ جوشیلے اور فسادی ہوتے ہیں اور وہ انتظام کو درہم برہم کرنا چاہتے ہیں ان کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔ کچھ مدت کے بعد سب انتظام درست ہو جائے گا۔ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں بھی اس قسم کی دقتیں پیش آجاتی تھیں۔ ایک دفعہ ایک مسلمان رسول کریم ﷺ کے پاس اپنا مقدمہ لے کر

گیا- آپؑ نے اس کے خلاف فیصلہ کیا- پھر وہ حضرت عمرؓ کے پاس لے گیا اور اس طرح وہ اپنے عمل کے لحاظ سے منافق ہو گیا مگر وہ کہلاتا تو مسلمان ہی تھا-

کارکنوں کو نصیحت

اس قدر کہنے کے بعد سیکرٹریوں اور دوسرے کارکنوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ لوگوں سے اخلاق اور نرمی سے پیش آؤ- ہمارے پاس حکومت نہیں ہمیں جو کچھ ملا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملا ہے اور آپؑ فرماتے ہیں-

"منہ از بہر ما کرسی کہ ماموریم خدمت را"[۲۰]

جب حضرت مسیح موعودؑ یہ فرماتے ہیں- تو ہمیں بھی اپنے آپ کو لوگوں کا خادم ہی سمجھنا چاہئے پس افسروں کو چاہئے کہ ان کا نفس مومنانہ نہ ہو- میں نے ان لوگوں کی خدمت کے لئے مقرر کیا ہے اس لئے انہیں اپنے بھائیوں کے معاملات پیار اور محبت سے سلجھانے چاہئیں اور اخلاق برتنے چاہئیں- اور دوسروں کو چاہئے کہ اپنے کارکن بھائیوں پر بدظنی نہ کریں اور انہیں انتظام قائم رکھنے میں مدد دیں-

خدمت دین کے لئے کمربستہ ہو جاؤ

غرض میں آپ لوگوں سے التجاء کرتا ہوں کہ آپس میں بھائیوں کی طرح رہو اور دین کی خدمت کے لئے کمربستہ ہو جاؤ- جو کام ہمارے سپرد ہو اسے خدا کا فضل سمجھو اور یاد رکھو خدا ہمارا محتاج نہیں ہمارے کام وہی آئے گا جو ہم یہاں کر جائیں گے-

پس اے عزیزو! پیشتر اس کے کہ خدا کی رحمت کے دروازے بند ہو جائیں ان میں داخل ہو جاؤ- تم کلی طور پر خدا کے لئے ہو جاؤ خدا کے لئے سب کام کرو خدا کے لئے مرو اور خدا کے لئے جیئو- خدا تعالیٰ میرے بھی ساتھ ہو اور آپ کے بھی ساتھ ہو- آمین-

---

۱- الفاتحۃ: ۱ تا ۷

۲- "لا خلافۃ الا عن مشورۃ" کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۶۴۸ روایت ۱۴۱۳۶ مطبوعہ حلب ۱۹۷۱ء

۳- تکملہ مجمع بحار الانوار جلد ۴ صفحہ ۸۵ مطبوعہ مطبع العالی المنشی نو لکشور ۱۳۱۴ھ

۴- خطبہ الہامیہ ٹائٹل پیج- روحانی خزائن جلد ۱۶

۵- خطبہ الہامیہ صفحہ ۷۳- روحانی خزائن جلد ۱۶ صفحہ ۷۳

۶- خطبہ الہامیہ صفحہ ۶۹، ۷۰- روحانی خزائن جلد ۱۶ صفحہ ۶۹، ۷۰

☆۷-

☆☆۷- کنز العمال جلد ۱۰ صفحہ ۱۳۸ روایت ۲۸۶۹۹ مطبوعہ حلب ۱۹۷۱ء-

۸- مسند احمد بن حنبل جلد ۱ صفحہ ۲۴۷ پر روایت کے الفاظ یہ ہیں "عن ابن عباس قال کان ناس من الاسری یوم بدرلہ یکن لھم فداء فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فداء ھم ان یعلموا اولادالانصار الکتابة"

۹-

۱۰- اسدالغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد ۲ صفحہ ۳۵۲ مطبوعہ بیروت لبنان ۱۳۷۷ھ

۱۱- مسند احمد بن حنبل جلد ۴ صفحہ ۲۷۸

۱۲- بخاری ابواب المظالم والقصاص باب اعن اخاك ظالما او مظلوما

۱۳- "الراشی والمرتشی فی النار" کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۱۳- روایت ۱۵۰۷۷ مطبوعہ حلب ۱۹۷۹ء- لعنة اللہ علی الراشی والمرتشی" کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۱۳- روایت ۱۵۰۷۸ مطبع حلب ۱۹۷۹ء

۱۴- البقرة : ۱۸۹

۱۵- بخاری کتاب المغازی باب غزوہ ذات الرقاع

۱۶-

۱۷-

۱۸- النور : ۱۷

۱۹-

۲۰- آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۵- روحانی خزائن جلد ۵